علامہ یوسف حسینؒ

حیات اور خدمات

مؤلف

ڈاکٹر مولانا سید شہوار حسین نقوی

ناشر

ولایت فاؤنڈیشن

نئی دہلی ۔ مرتلک مارگ

نام کتاب : علامہ یوسف حسین، حیات اور خدمات

مؤلف : ڈاکٹر مولانا سید شہوار حسین نقوی

e-mail:drshahwaramrohavi@yahoo.com

موبائل : 09319901464

نظر ثانی : حجۃ الاسلام مولانا سید نذر امام نقوی

طبع : اول

تعداد اشاعت : ۱۰۰۰

ناشر : ولایت فاؤنڈیشن

عرض ناشر

بحمد للہ والشکر کہ کتاب "علامہ یوسف حسین حیات اور خدمات" جو کہ ڈاکٹر مولانا سید شہوار حسین نقوی دامت توفیقاتہ کی کاوشوں اور جہد مسلسل کی یادگار پیشکش ہے، منظر عام پر آرہی ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موصوف گرانقدر علمی و مذہبی شخصیتوں خاص کر شیعہ علمائے اعلام کی حیات و خدمات پر گہری نظر رکھتے ہیں، حیات و خدمات کے ہر گوشہ اور پہلو کو اجاگر کرنا اور انہیں بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ قارئین کی نذر کرنا ان کے زور قلم کی نشاندہی کرتا ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک انمول کڑی کتاب "علامہ یوسف حسین حیات اور خدمات" ہے۔ جسے مولانا موصوف نے حیات و خدمات کے سبھی پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے حق تصنیف کو مرحلۂ اتمام تک بڑی خوش اسلوبی سے پہنچایا ہے۔ ولایت فاؤنڈیشن مفتخر ہے کہ اس طرح کی گرانقدر اور مایۂ ناز شخصیات کی سوانح حیات سے لوگوں کو روشناس کرانے میں قدرے خدمات انجام دیتے ہوئے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کر رہا ہے۔

امید ہے کہ قارئین پسند فرمائیں گے اور اپنی مفید اور قیمتی رائے اور مشوروں سے ہمیں نوازیں گے۔

شکریہ

ولایت فاونڈیشن

نئی دہلی

فہرست

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ	۱۰
تقریظ	۱۴

باب اول

حیات اور شخصیت	۲۱
خاندانی وجاہت	۲۳
والد علام	۲۵
ولادت باسعادت	۲۹
تعلیم وتربیت	۲۹
نجف اشرف روانگی	۳۰
امروہہ آمد پر پُر تپاک خیر مقدم	۳۱
مدرسہ نور المدارس	۳۲
منصبیہ عربی کالج میرٹھ	۳۴
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی	۳۵
مسلم یونیورسٹی میں نمازِ جمعہ کا قیام	۳۶
روضہ حضرت علیؑ پر برطانوی حکومت کا حملہ	۳۷
انگریزی حکومت کے خلاف فتویٰ	۳۹
اخلاق وکردار	۴۰

مہمان نوازی ۴۱

سفر زیارات ۴۳

وفات حسرت آیات ۴۳

اولاد امجاد ۴۴

برادران ۴۴

ہمدرس احباب ۴۷

شاگردان ۵۰

علماء و محققین کے تاثرات ۵۱

اجازہ ہائے اجتہاد ۶۱

باب دوم

آثار علمی کا جائزہ

تقریظ بر ترجمہ قرآن مولانا مقبول احمد دہلوی ۸۳

تفسیر قرآن مجید ۸۵

ترجمہ و شرح نہج البلاغہ ۱۱۹

ترجمہ و شرح کتاب الکافی ۱۳۷

علم کلام ۱۵۹

علم فقہ ۱۷۸

علم اصول فقہ ۱۸۲

صحافت ۱۸۶

کتابیات ۱۹۳

کرسیوں پر: سجاد حسین، ماسٹر احمد، یوسف الملت مولانا سید یوسف حسین قبلہ، فرحت حسین، مولانا سید محمد عسکری جلالوی۔ زمین پر: جواد حسین،
ناصر حسین، اصطفےٰ حسین، مجتہدیہ خاتون (دختر یوسف الملت)، کھڑے ہوئے: محمد رضی

حجۃ الاسلام سید المجتہدین رکن الملۃ والدین سند العلماء مولانا السید
صاحب قبلہ

عکس تحریر یوسف الملت

عکس تحریر یوسف الملت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

الحمدللہ الذی فضّل مداد العلماء علی دماء الشہداء کفضل القمر علی سائر النجوم فی آفاق السماء والصلوٰۃ والسلام علی الرسول الکریم و آلہ الطیبین

امروہہ مغربی اتر پردیش کا وہ مردم خیز شہر ہے جہاں فقہ و اجتہاد کا باقاعدہ آغاز اس دور میں ہوا جب حضرت آیت اللہ سید دلدار علی غفرانمآب (۱۲۳۵ھ) نجف اشرف سے تحصیل علوم کر کے ہندوستان تشریف لائے اور لکھنؤ میں مسند درس بچھائی۔ ملک کے مختلف شہروں سے طلباء لکھنؤ پہنچنا شروع ہو گئے اور فیضان غفرانمآب سے فیضیاب ہونے لگے۔ امروہہ سے اس وقت فخر الاتقیاء حضرت مولانا سید محمد عبادت اول علیہ الرحمہ (۱۲۲۵ھ) عازم لکھنؤ ہوئے اور حضرت غفرانمآب سے معقولات و منقولات میں بھرپور استفادہ کیا۔ غفرانمآبؒ نے آپ کی اعلیٰ صلاحیت اور باطنی طہارت سے متاثر ہو کر توصیفی الفاظ میں اجازہ مرحمت فرمایا۔

تحصیل علوم کے بعد آپ امروہہ تشریف لائے اور وطن میں تفسیر، حدیث، اصول، عقائد اور کلام کا درس دینا شروع کیا۔ اس طرح علوم دین کو فروغ ملا جوانوں میں دینی تعلیم کی طرف رجحان پیدا ہوا اور طلباء کا لکھنؤ و بیرون

ملک نجف اشرف جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔

یہاں تک کہ امروہہ سے درس اجتہاد کے لیے نجف اشرف جانے والی سب سے پہلی شخصیت سرکار یوسف الملت حضرت آیت اللہ سید یوسف حسین طاب ثراہ کی تھی جنھوں نے سعی مسلسل اور محنت شاقہ سے انتہائی کم عمری میں درجۂ اجتہاد حاصل کیا۔ آپ بیسویں صدی کے اوائل کے قدآور مجتہد، گرانقدر فقیہ، دیدہ ور مفسر، مایہ ناز متکلم، بے مثال ادیب اور روشن فکر محقق تھے۔ آپ کی تفسیر فہمی کا اعلیٰ نمونہ فکر انگیز اور تحقیقی تفسیر ''تفسیر یوسفی'' ہے جس میں آیات کی عالمانہ بصیرت کے ساتھ توضیح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور فقہ و اصول، حدیث و کلام میں آپ نے جولانیٔ فکر اور کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔

مگر افسوس کہ ایسی عہد ساز ہستی اور جامع و وقیع ذات کے فکر و فن اور سوانحی حالات کا تفصیلی جائزہ لینے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی اور نہ کوئی ایسا جامع مقالہ معرض وجود میں آیا جس میں آپ کے آثار علمی کا جائزہ لے کر آپ کی علمی عظمت اور فکری رفعت سے روشناس کرایا گیا ہو۔ اس لاپرواہی کے اسباب جو بھی رہے ہوں اسے علماء کی ناقدری ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

ایک عرصے سے ذہن میں تھا کہ اس نابغۂ روزگار فقیہ کی ذات اور تحقیقی خدمات پر مشتمل مقالہ لکھوں کئی مرتبہ قلم اٹھایا مگر رکھ دیا اس کا سبب یہ تھا کہ ملک کی تقسیم کے بعد آپ کا خانوادہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا آپ کے فرزند اکبر جناب ہاشم رضا صاحب کراچی چلے گئے فرزند اصغر جناب قاسم رضا صاحب

ہندوستان میں تھے ان کا انتقال ہوگیا علمی آثار تقسیم ملک کے دوران خورد برد ہوگئے۔اب نہ ایسے بزرگ بچے جو آپ کے بارے میں کچھ بتا سکیں اور نہ علمی سرمایہ۔مگر اس کے باوجود جو بھی آثار مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہوئے ان سے استفادہ کیا جتنا ممکن ہوسکا لکھا مگر پھر بھی نا معلوم کتنے پہلو اس ہمہ گیر شخصیت کے پردۂ خفا میں رہ گئے ہونگے جنھیں مستقبل کے محققین دریافت کر سکتے ہیں۔

زیر نظر مقالہ دو ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں حیات و شخصیت کے ذیل میں شخصیت کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے تا کہ آپ کی جامع شخصیت اخلاق و کردار کے تناظر میں سمجھی جا سکے۔

دوسرے باب میں آثار علمی کا جائزہ لیا ہے تا کہ ان مفاہیم و مطالب کا علم ہو سکے جو آپ نے وسعت فکر و نظر اور دیدہ ریزی سے حاصل کئے اور دامن تحقیق کو مالا مال کیا۔

مقالہ کی تیاری میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔

میں ان تمام کرم فرما حضرات کا شکر گزار ہوں جنھوں نے مقالہ کی تیاری میں تعاون کیا۔استاد محترم استاذ العلماء علامہ سید محمد شاکر صاحب کا ممنون ہوں کہ انھوں نے گرانقدر آراء سے نوازا۔ڈاکٹر مولانا سید محمد سیادت صاحب امام جمعہ امروہہ لائق تشکر ہیں جنھوں نے تقریظ لکھ کر مقالہ کی جامعیت میں اضافہ فرمایا۔مولانا غلام عباس صاحب پرنسپل دار العلوم سید المدارس، جناب

وقارالحسنین خانصاحب، جناب خلاق حیدر صاحب ندیم کا سپاس گذار ہوں جنھوں نے مفید مشوروں سے نوازا۔ اس خانوادہ کے چشم و چراغ جناب مولوی رضا علی صاحب رضن لائق تشکر ہیں جنھوں نے ضروری معلومات فراہم کی۔ جناب حسین عسکری صاحب جلالوی کا ممنون ہوں جنھوں نے مولانا کا گروپ فوٹو ارسال فرمایا۔ برادران جناب سید تاجدار حسین صاحب و جناب سید شاندار حسین و اقتدار حسین صاحب کا ممنون و متشکر ہوں جو لکھنے پڑھنے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ خداوند عالم سے دعا گو ہوں کہ اس خدمت کو بحق ائمہ معصومین علیھم السلام قبول فرمائے۔

والسلام علی من اتبع الہدی
السید شہوار حسین النقوی
امامیہ ریسرچ سینٹر
حقانی اسٹریٹ، امروہہ
ماہ شوال ۱۴۳۲ھ/ستمبر ۲۰۱۱ء

''مولانا یوسف حسین، حیات اور خدمات''

ایک جائزہ

ڈاکٹر مولانا سید محمد سیادت نقوی

امام جمعہ امروہہ

امروہہ ہندوستان کی ایک ایسی قدیم ترین تاریخی بستی ہے جو زمانۂ قدیم ہی سے پورے ملک میں اپنی مخصوص شناخت کی حامل رہی ہے اس چھوٹی سی بستی کو ابتدا ہی سے علمی، ادبی، سیاسی اور تہذیبی و ثقافتی خدمات اور مختلف فنون لطیفہ کی پرورش اور ارتقاء وعروج کے اعتبار سے گردونواح کی تمام بستیوں میں مرکزیت کا شرف حاصل رہا ہے ملک کے دیگر اہم مرکزی مقامات کی طرح اردو زبان و بیان کے ژولیدہ زلف و گیسو آراستہ کرنے، الفاظ وتراکیب کی نوک پلک سنوار کر معانی و مفاہیم کو حسین سے حسین تر بنانے میں اس سرزمین کا بھی زبردست ہاتھ رہا ہے اس مادر گیتی نے ہر زمانے میں ایسے جید علماء اور باکمال فضلاء وادیب پیدا کیے جن کے علمی کمالات سے دنیائے علم ہمیشہ بہرہ ور ہوتی رہی ہے اور جن کے علم وفضل کی تابندگی و درخشندگی سے ہر دور میں علم وفضل کی سمتیں روشن کی جاتی رہی ہیں، ان علماء وفضلا میں قاضی سید امیر علی، قاضی القضاۃ سید محمد میر عدل، سید خضر خاں، قاضی عبدالرسول، قاضی سونا برس، قاضی محمد طفیل، حجۃ الاسلام مولانا سید محمد عبادت اول، حجۃ الاسلام مولانا سید محمد سیادت اول، حجۃ الاسلام مولانا اولاد حسن سلیم،

حجۃ الاسلام مولانا سید اعجاز حسین، نجم العلماء مولانا سید نجم الحسن، مولانا سید احمد حسین اور حاجی سید مرتضیٰ حسین علیہم الرحمہ کی شخصیات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

سادات امروہہ یوں تو ہمیشہ سے مذہب حقہ امامیہ کے مطابق زندگی گزارتی رہی ہے لیکن امروہہ میں فقہ جعفری کی تبلیغ و ترویج اور مسائل فقہ کی باقاعدہ درس و تدریس کے سلسلے میں حجۃ الاسلام مولانا محمد عبادت اول کی شخصیت بہرطور اولیت کی حامل ہے، جنھوں نے آقائے غفرانمآب کی تعلیم کے مکمل ہونے کے بعد عراق سے واپسی پر لکھنؤ جاکر اس سلسلے میں مشورہ کیا اور غفرانمآب علیہ الرحمہ کی رہنمائی اور انھیں کے مشورے کے مطابق امروہہ میں باقاعدہ انعقاد جمعہ کے ساتھ فقہ جعفری کی درس و تدریس کا باضابطہ اہتمام کیا جو حجۃ الاسلام مولانا محمد سیادت اول، حجۃ الاسلام مولانا محمد عسکری، حجۃ الاسلام مولانا اولاد حسن، حاجی مرتضیٰ حسین اور مولانا اعجاز حسین وغیرہ کی سرپرستی میں اپنی ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا یوسف الملت مولانا یوسف حسین صاحب کے زمانے تک پہنچا۔ آپ کے والد ماجد حاجی مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ نے جنھیں امروہہ کی مایۂ ناز علمی شخصیات میں شمار کیا جاتا ہے اس عظیم تحریک کو زبردست تقویت عطا فرمائی اور علوم دینیہ اور ان تمام علوم کی تعلیم و ترویج میں جو عربی زبان و ادب سے متعلق ہوسکتے ہیں، دامے، درہمے، سخنے ہر طرح ایسی بے لوث خدمات انجام دی ہیں جنھیں دنیائے علم میں عموماً اور امروہہ و گردونواح امروہہ میں خصوصاً ہمیشہ یاد کیا جاتا رہے گا۔ انھیں کی مساعی جمیلہ اور فیضانِ صحبت کے طفیل امروہہ اور آس پاس

کی بستیوں میں اسقدر کثیر تعداد میں علما پیدا ہوئے جنھوں نے اس چراغ کی روشنی کو دنیا کے چپے چپے تک پہنچا دیا اور اسی بے لوث خدمت علم و ادب نے موصوف کو اس شرف سے سرفراز کیا کہ انھیں کے ہونہار فرزند آقائے یوسف الملت اپنے والد علام سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بہ سلسلۂ اجتہاد نجف اشرف عراق تشریف لے گئے اور تقریباً دس سال وہاں کے علمائے اعلام اور مراجع عظام کی خدمت میں رہ کر مقام اجتہاد پر فائز ہوئے۔ آقائے یوسف الملت ہی کی شخصیت تمام علمائے امروہہ میں وہ پہلی ممتاز و منفرد شخصیت ہے جس نے نجف میں باقاعدہ تعلیمی مراحل طے کر کے وہاں کے مراجع عظام سے اجتہادی اسناد حاصل کی ہیں۔

عراق سے وطن واپسی پر آقائے یوسف الملت نے امروہہ میں تدریسی سلسلے کا آغاز کیا لیکن ابھی امروہہ میں کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ مدرسۂ منصبیہ میرٹھ کے ارباب حل وعقد کی طرف سے انہیں صدر مدرسی کی پیشکش کی گئی چنانچہ آپ اپنے ہونہار طلاب کو اپنے ساتھ لے کر میرٹھ تشریف لے گئے اور وہاں باقاعدہ تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ اسی دوران علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں باقاعدہ شعبۂ دینیات کا قیام عمل میں آیا اور پورے ملک کے تمام شیعہ علماء میں آپ کے تبحر علمی کے پیش نظر شعبۂ شیعہ دینیات کی سربراہی کی آپ کو پیشکش کی گئی جس کی ذمہ داری کو آپ نے قبول فرمایا اور منصبیہ چھوڑ کر علی گڑھ تشریف لے گئے جہاں پہلے Deen faculty of theology کی

حیثیت سے کافی عرصے تک دینی خدمات باحسن وجوہ انجام دیتے رہے۔

درس وتدریس کے اس پورے عرصے میں آقائے محترم نے مختلف موضوعات پر ایسی کئی عظیم علمی خدمات انجام دی ہیں جنھوں نے دنیائے علم سے موصوف کے عالمانہ جاہ وجلال اور فکری بصارت وبصیرت کالوہا منوایا ہے۔

لیکن افسوس انقلاب زمانہ کے زیر اثر یہ تمام اہم علمی شاہکار موجودہ دور میں عموماً دیدہ وران علم وحکمت کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکے ہیں اور دنیائے علم آپ کے علمی کارناموں سے عموماً نا آشنا ہونے کے سبب ان کی افادیت سے بالکل محروم ہے۔اس زبردست کوتاہی کا احساس دنیائے علم وفن میں کافی عرصے سے شدت کے ساتھ کیا جا تا رہا ہے لیکن کسی قلمکار کی اس اہم خدمت کی انجام دہی کی طرف وہ مطلوبہ توجہ نہ ہوسکی جواس فریضے کی ادائیگی کے لیے درکار تھی لائق ستائش ومبارکباد ہیں مولانا سید شہوار حسین صاحب جو اس عظیم کوتاہی کے ازالے کے سلسلے میں اپنے عزم مصمم سے کام لیتے ہوئے مولانا یوسف حسین حیات اور خدمات کے عنوان سے یوسف الملت علیہ الرحمہ کے حالات زندگی اور ان کی ان علمی خدمات کو جواب تک دریافت ہوسکی ہیں یکجا طور پر دنیائے علم کے سامنے پیش کرر ہے ہیں۔

مولانا شہوار حسین صاحب کی یقیناً یہ ایسی مستحسن کاوش ہے جسے سعی مشکور نہ کہا جائے تو بیجا ہوگا موصوف کی یہ کاوش ایک ایسی زبردست دستاویز ہے جو مستقبل کے محققین کے لیے نئی جہتیں تلاش کر کے صحیح راہیں متعین کرنے میں

حقیقی رہنما اور بہترین مددگار ثابت ہوگی اور جسے دنیائے علم کی طرف سے ہر زمانے میں مقبولیت عام حاصل ہوتی رہے گی۔

"اللہ کرے زور قلم اور زیادہ"

باب اول

حیات اور شخصیت

بسمہ تعالیٰ

حیات و شخصیت

سرکار آیت اللہ سید یوسف حسین نجفی امروہوی کا شمار برصغیر کے ان فقہاء و مجتہدین میں ہوتا ہے جنھوں نے انتہائی کم عمر میں فقہ، اصول، تفسیر، حدیث، درایہ، رجال، کلام، ادب، منطق اور فلسفہ میں اعلیٰ استعداد حاصل کر کے درجۂ اجتہاد حاصل کیا۔

آپ کی شخصیت ہمہ رنگ اور ہمہ جہت تھی جس میں تفسیر کی آفاقیت، حدیث کی رفعت، فقہ کی سادگی، اصول کی طمطراقی فلسفے کی گہرائی، منطق کی گیرائی، ادب کی کشش، زبان کی چاشنی یہ سب خوبیاں آپ کی جامع صفات شخصیت میں ایسی ملی ہوئی تھیں جنھیں علیحدہ کر کے یا ایک دوسرے پر ترجیح دے کر نہیں دیکھا جا سکتا۔

علماء عراق و ایران آپ کے تبحر علمی اور اعلیٰ استنباطی صلاحیتوں کے معترف تھے جسکا اظہار انھوں نے بڑی آب و تاب سے کیا۔

مرجع عالیقدر حضرت آیت اللہ سید ابوالحسن اصفہانی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

"حتیٰ صار بحمداللہ تعالیٰ من العلماء المتبحرین ففاز بالمقصود والمراد و بلغ مرتبة الاجتہادفلہ العمل بما یستنبط ھی الاحکام علی النہج المالوف بین الاعلام"

''آپ علماء تبحرین میں ہو گئے یہاں تک کہ اپنے مقصود و مراد درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ انھیں اپنے اجتھاد و استنباط پر عمل کرنا چاہئے۔ اس طریقے سے جو علماء کے درمیان رائج ہے۔'' آپ کی ذات نہ صرف امروہہ بلکہ ہندوستان کے لئے سرمایہ افتخار تھی جنکا علمی فیضان سرزمین نجف اشرف پر بھی جاری تھا۔ سیکڑوں اہل عراق و ایران آپ سے فیضیاب ہوکر درجۂ اجتھاد پر فائز ہوئے۔

آپ نجف اشرف میں علماء کے درمیان ''یوسف ہندی'' کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے فقہ واصولی نظریات کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

شجرۂ نسب

مولانا سید یوسف حسین ابن حاجی مرتضٰی حسین ابن قربان حسین بن احمد رضا بن حکیم رضا بن امام رضا بن علی رضا بن احمد رضا بن قاضی سید محمد فیاض بن رحمت اللہ بن عصمت اللہ بن سید محمود بن محمد اشرف دانشمند بن محمد سعید خاں بن سید محمد عرف منکن بن سید داؤد بن خیر الدین بن علاء الدین بن زین الدین بن سیف الدین بن عبدالمجید بن سید حسن بن داؤد ندر بن زید ثانی بن عبدالعزیز بن سید ابراھیم بن سید محمود بن سید زید (مورث اعلی سادات زید پور) بن عبداللہ زربخش (وارد ہند ہوئے) بن سید یعقوب بن سید احمد ثانی بن ابوعلی محمد عروج بن سید محمد بن موسیٰ مبرقع بن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام۔

خاندانی وجاہت

آپکا خانوادہ امروہہ کے برگزیدہ خاندانوں میں تھا جہاں علم وفضل زہد و تقویٰ، تقدس و پرہیزگاری ریاست وثروت کی جلوہ گری پوری آب وتاب کے ساتھ موجود تھی جس کے سلسلۂ نسب سے وابستہ تمام شخصیتیں علم وعمل کا پیکر تھیں۔

آپ کے جداعلیٰ سید محمد اشرف دانشمند عالم وفقیہ تھے۔

سید العلماء سید محمد اشرف دانشمند : فقیہ، فاضل، عالم باعمل، بلند نفس، بلند کردار، خلیق، خیر سعادت کے خزینہ دار اور صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے۔ سید العلماء، زبدۃ الفضلاء آپ کے القابات تھے جو آپ کو دربار شاہی سے ملے تھے۔ ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء میں آپکی ولادت ہوئی۔ والد ماجد سید محمد خاں صاحب ریاست اور جاگیر دار تھے۔

کمال محمد مشہدی لکھتے ہیں:

''میں نے سید محمد اشرف کو دیکھا تھا۔ عالم وفقیہ بزرگ سادہ تھے۔ مجھ پر لطف وعنایت رکھتے تھے۔ سنا ہے کہ ایک دن ان کے سامنے ایک ایسے لڑکے کو لایا گیا جس کے پاؤں میں کجی تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ دعا فرمادیں کہ اس بچے کے پاؤں ٹھیک ہو جائیں۔ آپ نے اس بچے کے پیر اپنے دست مبارک سے پکڑ کر بچے سے فرمایا کہ بیٹا پیر ٹھیک رکھو۔ یہ فرمانا تھا کہ پیر ٹھیک

ہو گئے۔'' [1]

صاحب انوار قم رقم طراز ہیں

''سید العلماء نہ صرف عالم دین تھے بلکہ پشتینی رئیس و جاگیردار بھی تھے۔ پرگنہ رجب پور میں جاگیر تھی۔ جید عالم دین، صاحب علم و فضل، زاہد و متقی، فقیہ عظیم المرتبت نجیب بزرگ تھے جو کہ اپنے تبحر علمی اور اصابت رائے کی بنا پر دربار شہنشاہ ہند سے خطاب دانشمند سے سرفراز تھے اور یہ خطاب عہد مغلیہ میں ان علماء و فضلاء کو حاصل ہوتا تھا جو تبحر علمی رکھتے تھے۔ آپ نے امروہہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہ زمین خریدی جہاں یہ محلّہ دانشمندان آباد ہے۔'' [2]

صاحب تواریخ واسطیہ اسراریہ کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"من سید اشرف رادیدہ ام عالم بود و فقیہ بزرگ سادہ برمن لطف و عنایتی داشت" [3]

آپ کی وفات ۱۰۵۴ھ/ ۱۶۴۴ء میں ہوئی سید محمود پسر تھے۔

قاضی سید محمد فیاض: میران سید رحمت اللہ کے فرزند تھے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں بلند پایہ عالم و ادیب اپنے عہد کے امراء اولوالعزم اور صاحبان حشمت و اقبال میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۰۷۸ھ/ ۱۶۶۷ء میں متولد ہوئے۔ تازندگی حکومت کے

---

۱ اسراریہ کمال محمد مشهدی ۲۔ انوار قم ص ۴۹ ۳۔ تواریخ واسطیہ ص ۲۴۳

اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ ۴۷ جلوس اورنگ زیب عالمگیر (۱۱۰۶ھ/۱۶۹۴ء) میں پرگنہ نگر ورسول نگر تابع سرکار پٹن صوبہ احمد آباد کے قاضی مقرر ہوئے پھر جلوس شاہ عالم بہادر شاہ (۱۱۲۰ھ/۱۷۰۸ء) میں محتسب اور داروغۂ عدالت پرگنہ مراد آباد ہوئے اور ایک جلوس جہاندار شاہ (۱۱۲۴ھ/۱۷۱۲ء) میں منصب مذکور پر فائز رہے اور ۳ جلوس محمد فرخ سیر بادشاہ (۱۱۲۵ھ/۱۷۱۳ء) میں منصب قضا پرگنہ حویلی سرکار قنوج آپ کے سپرد ہوا اس دوران آپ کے حسن انتظام سے خوش ہو کر سلاطین نے بڑی تعداد میں مواضعات جاگیر معافی و زمینداری عطا کی۔ آپ کی جود و سخا کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ اس محلے میں آپ کی بنوائی ہوئی مسجد آپ کی یادگار ہے اور جتنی مسجدیں و عزاخانے اس محلے میں واقع ہیں سب اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔[1]

والدِ علاّم

مولانا حاجی مرتضیٰ حسین طاب ثراہ

جلیل القدر استاد اور عظیم المرتبت عالم دین تھے۔ ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء میں متولد ہوئے۔ ابتداء ہی سے اعمال صالحہ کی طرف طبیعت کا میلان رہا۔ سن شعور کو پہونچ کر تحصیل علم کی طرف راغب ہوئے۔ انگریزی سے مڈل پاس کیا۔ دین کی تعلیم کی طرف رجحان ہوا تو عربی فارسی پڑھنے لگے۔ کچھ عرصے مولانا محمد امین شاہ آبادی سے پڑھا۔ پھر خود ہی کتب درسیہ کا مطالعہ کرنے لگے۔ اس زمانے

---

۱ انوار قم ص ۱۰۳

میں اہل خاندان نے بہ معیت حاجی اشرف علی عظیم آبادی محلہ دانشمندان میں مدرسہ اشرف المدارس قائم کیا۔ جس کے اولاً مولانا حافظ سید فرمان علی صاحب مترجم قرآن، پھر علامہ سید محمد ہارون زنگی پوری طاب ثراہما صدر مدرس رہے۔ آپ نے دونوں بزرگوں سے استفادہ کیا۔ اور درسیات میں مہارت حاصل کر کے اسی مدرسے میں تدریس کرنے لگے۔ ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں حج بیت اللہ اور زیارات سے مشرف ہوئے۔ ۲۰ شوال ۱۳۲۲ھ/ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۴ء میں جب جناب سید نورالحسن مرحوم نے چھ ہزار روپے سال کی آمدنی کی جائیداد مدرسے کے نام وقف کی تو مدرسہ کا نام نورالمدارس رکھا گیا اور مولانا حاجی مرتضٰی حسین صاحب کو صدر مدرس منتخب کیا گیا۔ آپ نے محنت و جانفشانی سے مدرسہ کو بام عروج پر پہونچایا۔ نہ صرف امروہہ بلکہ دیگر شہروں میں مدرسہ کی شہرت ہوئی اور طلباء کی کثیر تعداد نے مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے اعلیٰ استعداد حاصل کی۔ مگر خاندانی نزاعات کے سبب آپنے مدرسہ سے استعفیٰ دے دیا اور گھر پر ہی طلباء کو درس دینے لگے۔ آپ کو منطق، فلسفہ اور عربی ادب سے خاص شغف تھا۔ درجات عالیہ کے طلباء کو تو پڑھاتے ہی تھے مگر بچوں کو پڑھانے میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ طلباء کو انتہائی محبت اور لگن سے پڑھاتے تھے اور ان کی کامیابی کے لئے نماز شب میں رو رو کر دعا کرتے تھے۔ بڑی بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ باوجود مربیانہ شفقت و محبت کے طلباء پر ہیبت اور رعب طاری رہتا تھا۔

تالیفات: عقائد مرتضویہ، ترجمہ شرح باب حادی عشر، رسالہ مصطلحات

منطق و فلسفہ حسب فرمائش مولانا اعجاز حسن ساکن محلہ گذری، چہل حدیث، ترجمہ چہل سورہائے توریت۔ [1]

۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ/ ۶ نومبر ۱۹۳۱ء میں علم و عمل کا آفتاب غروب ہوا۔

اولاد: پہلی زوجہ سے چار پسر ۱۔ مولانا یوسف حسین، ۲۔ مولانا محمد احمد، ۳۔ مولانا حسن مجتبیٰ، ۴۔ مولانا محمد نبی احمد۔

دوسری زوجہ سے تین پسر: ۱۔ مولانا محمد رضا، ۲۔ سید تجمل حسین، ۳۔ سید نورعین

صاحب تواریخ واسطیہ لکھتے ہیں۔

یہ بڑے نیک عمل جوان، صالح و متقی، پرہیزگار نمازگزار ہر طرح سے لائق و فائق ہیں۔ [2]

محمود احمد عباسی لکھتے ہیں:

علم کے شیدائی اور پڑھانے کے شوقین تھے۔ بہت سے طلباء کو فیض پہونچایا۔ باوجودیہ کہ ساٹھ سال سے زائد عمر تھی، قویٰ بھی ضعیف ہو گئے تھے مگر اپنے مکان پر اب تک درس دیتے رہے۔ موضوع طبع تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے جو زیادہ تر مناجات حمد و نعت و منقبت میں ہیں۔ [3]

---

۱ انوارقم ص ۱۳۸، تذکرہ علماء امروہہ ص ۱۸۳ ۲ تواریخ واسطیہ ص ۲۶۲

۳۔ تذکرۃ الکرام ص ۳۴۱

تلامذہ

علامہ سید سبط نبی مجتہد نوگانوی، علامہ خورشید حسن مجتہد، مولانا سید انوار الحسن بجنوری، مولانا تبارک حسن صاحب، مولانا ابرار حسین پرنسپل منصبیہ عربی کالج، مولانا صغیر حسن صاحب باسٹوی، مولانا گل محمد شاہ صاحب، مولانا فتح محمد شاہ صاحب، مولانا مسرور حسن صاحب واعظ، مولانا لقا علی صاحب مولانا محمد ممتاز حسین صاحب ایڈیٹر رسالہ ھادی میرٹھ، مولانا رضا لقمان صاحب، تاج العلماء سید محمد زکی صاحب، مولانا خادم حسین صاحب، مولانا نادر حسین جون پوری، مولانا ابو محمد صاحب پھندیڑی، مولانا عظمت علی صاحب پھندیڑی، مولانا آل حسن صاحب بلند شہر، مولانا ارشاد حسین صاحب بلند شہر، مولانا محمد عبادت صاحب کلیم، مولانا قائم رضا نسیم، مولانا قمر الزماں صاحب چھولسی، مولانا محمد عیوض صاحب شکار پوری، مولانا رضی عباس صاحب چھولسی، مولانا امتیاز علی صاحب نور پوری، حکیم سید نور نظر صاحب، حکیم سید محمد طہ صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ولادت باسعادت

مولانا سید یوسف حسین صاحب نے ۱۸ رجب المرجب ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء بمقام امروہہ محلّہ دانشمندان کے علمی و مذہبی خانوادے میں آنکھ کھولی۔

تاریخ ولادت کا مادہ ''لکھ عزیز الوجود یوسف بخت'' ہے۔

والد ماجد مولانا حاجی مرتضیٰ حسین صاحب بلند مرتبہ عالم باعمل تھے۔ گھر کا ماحول خالص مذہبی تھا جہاں ہر وقت مذہبی گفتگو کانوں میں رس گھولتی۔ اور قومی مسائل زیر غور رہتے تھے۔ مکارم اخلاق کی تعلیم گھر کے بزرگوں کا شیوہ تھا۔ جب شعور پختہ ہوا تو والد ماجد مولانا حاجی مرتضیٰ حسین صاحب جیسے کردار ساز عالم کی تربیت ملی جو علم و معرفت زہد و پرہیز گاری عبادت و ریاضت، طہارت و نفاست خلوص و محبت کا مجسمہ اور حسن عمل کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ''فرائض کے علاوہ سنن و نوافل کے اتنے پابند تھے کہ جس وقت ساری مخلوق آرام کرتی تھی آپ مصلائے عبادت پر اپنے پروردگار سے راز و نیاز میں مصروف رہتے تھے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم خانوادے کے مکتب میں حاصل کی۔ والد ماجد سے صرف نحو، فقہ، اصول، تفسیر و حدیث کے درسیات کو مکمل کیا۔ بعد تکمیل دروس متداولہ ریاست رامپور گئے اور اس وقت کے مشہور فلسفی عالم مولانا محمد امین شاہ آبادی سے معقولات کا درس لیکر جامع معقول و منقول ہوئے۔ علمی تشنگی بجھ نہ سکی لہٰذا نہائی دروس کی تکمیل کے لئے عازم عراق ہوئے۔

نجف اشرف روانگی

۱۳۲۴ھ/۱۹۰۵ء میں تحصیل علوم اہل بیت علیہم السلام کے سلسلے میں عراق روانہ ہوئے۔ نجف اشرف پہونچ کر در باب مدینۃ العلم پر جبہ سائی کی اور مدرسہ سید محمد کاظم طباطبائی میں قیام کیا۔ حوزہ علمیہ نجف اشرف اسوقت علماء و مجتہدین سے چھلک رہا تھا۔ ہر طرف علمی مباحث زیر غور تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں حوزہ علمیہ نجف اشرف کے شباب کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ جہاں آیت اللہ محمد کاظم خراسانی، آیت اللہ ابوالحسن اصفہانی، آیت اللہ ضیاء الدین عراقی، آیت اللہ شیخ علی قوچانی، آیت اللہ سید کاظم طباطبائی صاحب عروۃ الوثقیٰ، آیت اللہ ابوتراب خوانساری جیسے روحانی مراجع کرام شجر علم کی آبیاری میں مصروف تھے اور تشنگان علوم اہلبیت اپنی علمی تشنگی دور کرنے کے لئے اس مقدس سرزمین پر پہونچ رہے تھے اور ان مجتہدین کی مجلس درس میں شرکت کر کے اپنے دامن کو علوم ومعرفت سے مالا مال کر رہے تھے اور درجۂ اجتہاد کے مراحل طے کر کے اس خزانۂ عامرہ سے قلوب کو روشن کر رہے تھے۔ ایسی روحانی اور پر کیف فضا میں آپ نے حصول علم کا آغاز کیا۔ آپ نے آیت اللہ محمد کاظم خراسانی، آیت اللہ سید ابوالحسن، آیت اللہ ضیاء الدین عراقی، آیت اللہ کاظمی طباطبائی، آیت اللہ ابوتراب خوانساری کے درس میں شرکت کی اور درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ آیات عظام نے آپ کی اعلی علمی صلاحیت اور استنباطی قوت کو دیکھ کر اجازہ ہائے اجتھاد سے سرفراز کیا۔

۹ سال نجف اشرف میں فیضیاب ہو کر ۱۳۲۴ھ/۱۹۱۴ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

امروہہ آمد پر پرتپاک خیر مقدم

نجف اشرف میں ۹ سال تحصیل علوم کر کے ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں وطن واپس تشریف لائے۔ آپ امروہہ کے پہلے عالم دین تھے جو حوزہ علمیہ نجف اشرف حصول علم کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ مومنین کو آپ کی آمد کا شدت سے انتظار تھا۔ جب آپ کے آنے کی اطلاع ملی تو اہل وطن میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور جشن کا سا ماحول پیدا ہو گیا کیونکہ ان کا فرزند درجہ اجتہاد پر فائز ہو کر آرہا تھا۔ آپ کی آمد کی خبر سنکر مومنین کا سیلاب امنڈ آیا جو دیدہ و دل فرش راہ بنے ہوئے تھے۔ ایک عرصہ سے منتظر تھے کہ آپ مقدس بارگاہ سے واپس آئیں اور آپکے فیوض و برکات سے بہرور ہوں۔ آپ کے ہمراہ مولانا سید سبط نبی صاحب قبلہ بھی تشریف لا رہے تھے اس لئے اہل امروہہ اور اہل نوگاواں سادات کی بڑی تعداد اسٹیشن پر استقبال کے لئے جمع ہوئی۔ اسٹیشن مومنین سے بھرا ہوا تھا۔ جب ٹرین اسٹیشن پر پہونچی تو مومنین کے فلک شگاف نعرے تکبیر اور نعرہ صلواۃ سے اسٹیشن گونج اٹھا۔ شور و غل سے زمین ہل اٹھی۔ آپ ٹرین سے اترے، فینس میں سوار ہوئے جو پہلے سے ہی آراستہ کر دی گئی تھی، مجمع فینس کے پیچھے پیچھے نعرے لگاتا ہوا چل رہا تھا، جدھر سے آپ کی سواری گذرتی لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے اور سوال کر رہے تھے کہ آخر کون سی عظیم ہستی آج امروہہ میں تشریف لائی ہے۔ اپنے اور غیر سب زیارت کے مشتاق تھے۔ شریعت کدہ پر

پہونچنے کے بعد آپ نے لوگوں سے ملاقات کی اور مصافحہ کیا۔ مصافحہ و معانقہ کرنے والوں کی لمبی قطار تھی۔ جس میں کافی وقت صرف ہوا۔ صاحب تذکرہ بے بہا لکھتے ہیں۔

> ''سادات امروہہ سے اسٹیشن بھرا ہوا تھا۔ اسٹیشن پر آپ کے استقبال کو حاضر ہوئے تو مجمع کثیر اسٹیشن پر نعرے لگا رہا تھا۔ گویا زمین ہلتی تھی یا زمین فخریہ اپنے جامہ میں نہ سماتی تھی۔ فینس میں سوار ہو کر شہر میں تشریف لائے اور مومنین سے معانقہ و مصافحہ کیا'' [1]

شہر میں مختلف مقامات پر آپ کا استقبال کیا گیا اور تہنیتی جلسے منعقد ہوئے۔

مدرسہ نور المدارس

جب آپ امروہہ تشریف لائے تو نور المدارس آپ کے والد ماجد مولانا حاجی مرتضیٰ حسین صاحب کی نگرانی میں چل رہا تھا۔ اہل خاندان اور والد ماجد کے اسرار پر آپ نے اس مدرسہ میں فقہ، اصول، عقائد و کلام کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کو فن تدریس میں مہارت حاصل تھی۔ انداز تدریس بھی منفرد تھا۔ نجفی طرز پر تدریس طلاب کو پسند آئی جس کا چرچہ ہر طرف ہونے لگا جس کے سبب طلاب کی تعداد میں قابل فخر اضافہ ہوا۔ آپ کے انداز درس سے حوزہ علمیہ نجف اشرف کے درس کا لطف آتا تھا۔ بڑی تعداد میں طلباء اس

1 تذکرہ بے بہا ص ۴۴۷

بحر ذخار سے سیراب ہونے لگے۔ امروہہ میں علماء و مجتہدین کی آمد و رفت کا سلسلہ بڑھا، دینی کتب کی نشر و اشاعت میں اضافہ ہوا۔ طلباء کی گہما گہمی بڑھی۔ اس طرح امروہہ دینی مرکز بن گیا اور آپ کا وجود اہل امروہہ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

یہ مدرسہ شیخ اشرف علی عظیم آبادی نے قائم کیا تھا جس کا نام اشرف المدارس تھا۔ چونکہ مدرسہ میں آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اس لئے سرکار نجم العلماء مولانا سید نجم الحسن صاحب، مولانا حاجی مرتضٰی حسین صاحب اور مولانا اولاد حسن صاحب نے جناب نورالحسن صاحب سے مدرسہ کے اخراجات کے سلسلے میں گفتگو کی۔ موصوف نے علماء کرام کا حکم تسلیم کرتے ہوئے ۲۰ رشوال ۱۳۲۲ھ / ۲۸ ردسمبر ۱۹۰۴ء میں چھ ہزار روپے سالانہ کی جائداد مدرسہ کے نام وقف کی۔ مدرسہ کا نام نورالمدارس رکھا گیا۔[1] اور مولانا حاجی مرتضٰی حسین صاحب کو اس کا پرنسپل منتخب کیا گیا۔ ہندوستان کے ممتاز مدارس میں اس درسگاہ کا شمار ہوتا تھا۔ بڑی تعداد میں طلباء، منشی، مولوی، عالم، کامل اور فاضل کے امتحانات میں کامیاب ہوتے تھے۔ آپ کی علمی کاوش کا نتیجہ تھا کہ اتر پردیش کے اکثر پبلک اور گورنمنٹ کالجوں میں علوم مشرق کے اساتذہ اسی درسگاہ کے سابق طلباء تھے۔[2]

مولانا صابر حسین صاحب لکھتے ہیں :

مدرسہ کی شہرت اس قدر بڑھی کہ نواح امروہہ کے طالب علم

---

۱ انوار قم ص ۱۴۰، ۲۔ مجلّہ کراچی ماہ دسمبر ۱۹۶۵ء،

یہاں آتے ، فیوض علمیہ سے بہرہ ور ہوتے۔ پینتالس
پچاس طالب علم ہر سال عربی اور فارسی کے امتحانات میں
شرکت کرتے تھے۔ اسوقت عربی و فارسی کے دو ہی مدرسہ
تھے۔ سید المدارس اور نور المدارس۔ دونوں مدرسہ بڑی
شان وشوکت کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے رہے
تھے“ [۱]

منصبیہ عربی کالج میرٹھ

آپ کی اعلی قابلیت، اجتہادی صلاحیت اور حسن انتظام کو دیکھتے ہوئے
جناب سید محمد حسنین شوق ڈپٹی کلکٹر وسکریٹری منصبیہ عربی کالج نے منصبیہ میں
بحیثیت پرنسپل خدمت انجام دینے کی درخواست کی۔ آپ امروہہ چھوڑنا نہیں
چاہتے تھے مگر موصوف کے اسرار اور مدرسہ کی فلاح و بہبود کے پیش نظر اس ذمہ
داری کو قبول کیا۔ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں آپ میرٹھ تشریف لے گئے اور تین سال
تک وہاں قیام رہا۔ مگر اس قلیل مدت میں منصبیہ میں ہر حیثیت سے غیر معمولی
ترقی ہوئی۔ بورڈنگ کی از سر نو تنظیم ہوئی۔ طلباء کے قیام وطعام کے علاوہ دیگر
سہولیات کا انتظام کیا گیا۔ جسے دیکھ کر طلاب کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ مدرسہ کا نظم
ونسق بہتر ہوا۔ میرٹھ میں انجمن یوسفیہ کا قیام ہوا جس کے ذریعہ قومی، سماجی، علمی
خدمات عالم وجود میں آئیں۔ اس انجمن کے زیر اہتمام مئی ۱۹۲۶ء میں ماہنامہ

---

۱ تعارف سادات امروہہ ص ۹۰

ھادی رسالہ کا اجرا ہوا جو سرکار یوسف الملت کی سرپرستی اور نگرانی میں شائع ہوتا تھا جس میں آپ کے فتاویٰ بھی شائع ہوتے تھے۔ یہ رسالہ عوام و خواص میں بے حد مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ سرکار موصوف نے دینی کتب کی اشاعت کا اہتمام فرمایا اور بڑی تعداد میں شیعہ کتب شائع ہو کر منظر عام پر آئیں۔ میرٹھ میں علمی و مذہبی ماحول پیدا ہوا۔ اس طرح کم مدت میں آپ نے اعلی پیانے پر علمی، ادبی اور قومی امور کو انجام دیا جنھیں آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جب آپ میرٹھ سے رخصت ہو کر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ جانے لگے تو ٹرسٹیان منصبیہ عربی کالج کی جانب سے آپ کو یادگار سپاس نامہ دیا گیا جس میں آپ کی اعلیٰ خدمات اور مدرسہ کے سلسلہ میں آپ کی کاوشوں کو گراں قدر الفاظ میں سراہا گیا تھا۔ یہ سپاس نامہ جناب سید محمد مستحسن بیرسٹرایٹ لا سکریٹری مدرسہ نے سرکار کی خدمت میں پیش کیا تھا۔[1]

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی

۱۹۲۶ میں مولانا قاری سید عباس حسین صاحب ناظم دینیات کی وفات کے بعد سرکار یوسف الملت کا انتخاب پروفیسر کے عہدے پر بمشاہرہ پانچ ہزار روپے ماہوار ہوا۔ اسوقت صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب وائس چانسلر تھے جو آپ کے علم و فضل اور اخلاق و کردار سے بے حد متاثر تھے۔ یونیورسٹی میں آنے کے بعد آپکو اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو روبکار لانے کا اچھا موقع ملا۔ یونیورسٹی کے طلباء میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا رجحان پیدا کرنے کے لئے منصوبے بنائے

۱ مجلّہ کراچی دسمبر ۱۹۶۵ ص ۴

جس کی بنا پر بڑی تعداد میں طلباء دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ ناظم دینیات کی حیثیت سے شعبہ میں ضروری اصلاحات کیں اور شعبہ کو فعال بنایا۔ آپکے حسن انتظام و انصرام سے متاثر ہوکر آپ کو اکیڈمک کاونسلر کا ممبر بنایا گیا۔ آپ کی کارکردگی سے تمام وائس چانسلر مطمئن رہے۔ آپ کو صاحبزادہ آفتاب احمد خاں، نواب سر مزمل اللہ خاں، سر شاہ محمد سلیمان، سر راس مسعود کا یکساں اعتماد حاصل رہا۔ یہ سب حضرات مولانا کے دوران ملازمت یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ آپ اپنی خوش مزاجی اور انکساری کی بنا پر علیگڑھ کے ہر طبقہ میں ہر دل عزیز رہے۔

مولانا سید سلیمان اشرف صاحب جوسنی دینیات کے لکچرر تھے وہ بھی آپ کے مداح تھے اور صلاح و مشورہ لیتے تھے۔ یونیورسٹی کے احباب میں پروفیسر حمید الدین، جناب عبدالجلیل، مولانا عبدالعزیز میمن اور پروفیسر نوشاد علی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ آپ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء تا وفات بحیثیت ڈین پروفیسر خدمت انجام دیتے رہے۔ طلباء سے بے انتہا محبت و شفقت فرماتے تھے۔ وقتاً فوقتاً ان کی امداد کرنا، ان کو گھر پر مدعو کرنا، انکے حالات سے آگاہی حاصل کرنا اپنے لئے لازم سمجھتے تھے۔ سادگی اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ یونیورسٹی کے احباب نے اصرار کیا کہ آپ کو فیکلٹی آنے میں زحمت ہوتی ہے موٹر کار خرید لیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سواری سے غرور و نخوت پیدا ہوسکتی ہے اس لئے موٹر نہیں خریدوں گا۔ اور اسی طرح فیکلٹی آتے جاتے رہے۔

یونیورسٹی میں نماز جمعہ کا قیام

یونیورسٹی کی جامع مسجد میں شیعوں کے لئے نماز جمعہ کا قیام نہیں تھا۔آپ نے اپنے دور میں شیعوں کی نماز جمعہ کا قیام کیا۔ جس میں بڑی تعداد میں یونیورسٹی کے اسٹاف وطلباء کے علاوہ شہر کے مومنین شریک ہوتے تھے۔آپ کا یہ کارنامہ علیگڑھ کی تاریخ میں ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔

روضۂ حضرت امیر المومنین پر برطانوی حکومت کا حملہ

پہلی جنگ عظیم میں ترکی جرمنی کے ساتھ تھااس وجہ سے انگریزوں نے اسکے خلاف جنگ چھیڑ رکھی تھی۔عراق ترکی کے زیرحکومت تھا اسلئے برطانیہ کے حملہ کا مرکز بنا۔نجف اشرف پر بھی بم باری کی جس کے سبب روضۂ امیر المومنینؑ کو سخت نقصان پہونچا۔اس کے خلاف علمائے عراق نے برطانوی حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جس کی قیادت اولاً آیت اللہ مرزا محمد تقی شیرازی نے کی پھر شیخ الشریعہ فتح اللہ اصفہانی نے ذمہ داری سنبھالی۔ ہندوستان میں جب اس کی خبر پہونچی تو بڑے بڑے علماء برطانوی حکومت کے خلاف آواز اٹھانے میں متردد تھے صرف چند علماء نے اس تحریک کو چلایا۔لکھنو میں ممتاز العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب اور امروہہ میں سرکار یوسف الملت مولانا یوسف حسین صاحب اور مولانا سید سبط نبی صاحب نے برطانوی حکومت کے خلاف اعلیٰ پیمانے پر تحریک چلائی۔

سیدالعلماء سید علی نقی لکھتے ہیں:

وقت وہ تھا جب پہلی جنگ عظیم ترکی کے جرمنی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے انگریزوں نے اس کے خلاف معرکہ آرائی کی اور عراق جو اس وقت ترکی کے زیر حکومت تھا برطانوی فوجوں کے حملہ کا مرکز بنا اور علمائے عراق نے جنکے سرگردہ پہلے سرکار مرزا محمد تقی شیرازی تھے اور پھر اس دوران میں ان کی وفات ہو جانے کی وجہ سے شیخ الشریعہ فتح اللہ اصفہانی معروف بہ آقائی شریعت ہوئے تھے انگریزوں کے خلاف حکم جہاد دے دیا اور اس سلسلے میں انگریزوں کی طرف سے نجف اشرف پر گولہ باری ہوئی جس کے ذیل میں معلوم ہوا کہ روضۂ امیر المومنین کو بھی نقصان پہونچا۔

اس کے پہلے آزادی ہند کی تحریک گاندھی جی کی زیر سرکردگی چل رہی تھی۔ترکی پر حملہ کی وجہ سے مسلمان اکثریت علی برادران کی قیادت میں ان کے ساتھ متحد ہو گئے اور خلافت کمیٹی قایم کی گئی۔شیعہ اب تک خاموش تھے مگر نجف اشرف پر گولہ باری کی خبر سے شیعوں میں بھی تلاطم بپا ہوا اور لکھنو میں انجمن خدام عتبات عالیات قائم ہوئی اس کے سکریڑی جناب حکیم میرن صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے جناب حکیم عالم صاحب کے چھوٹے بھائی محمد نواب صاحب تھے جو اس سلسلے میں جیل بھی گئے۔انکے علاوہ ایک ہمارے خاندانی بزرگ جناب حکیم سید علی آشفتہ بھی جو ہمارے والد ماجد اعلی اللہ مقامہ کے عزیز شاگرد تھے جیل گئے۔

لکھنو میں اس سلسلے میں احتجاجی جلسے ہوئے ان میں ہمارے والد ماجد ممتاز العلماء مولانا ابوالحسن النقوی طاب ثراہ پیش پیش تھے اور ہمارے چچا جناب علامہ مہدی اعلی اللہ مقامہ تو کانگریس سے بہت زیادہ قریب ہو گئے تھے اور انگریزوں کے مقاطعہ اور ترکِ موالات کی تحریک کے بہت گرم جوش ہوتے ہوئے بالکل کھدر پوش ہو گئے تھے۔

باہر کے علماء میں جناب مولانا یوسف حسین صاحب قبلہ امروہوی اور جناب مولانا سید سبط نبی صاحب نوگانوی اور بمبئی کے ایرانی عالم ثقۃ الاسلام شیخ عبدالرحیم بلبلہ ایران کے کوہ قاف والے علاقے کے رہنے والے تھے جس پر روس کا قبضہ ہوا اور وہ تحریک مشروطیت ایران سے جلاوطن ہو کر ہندوستان میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ اس تحریک میں پیش پیش تھے۔ آقائے بلبلہ نے بڑے جلسے کی صدارت بھی کی تھی۔ دیگر اکابر علماء لکھنؤ چونکہ انگریزوں کی مخالفت کو بہت خطرناک سمجھتے تھے اور اس تحریک میں براہ راست انگریزوں سے ٹکر کی صورت تصور کرتے تھے اس لئے وہ تحریک کی اگر مخالفت نہیں بھی کر رہے تھے تو ہمت شکن بے تعلقی سے کام لے رہے تھے۔ اس وقت شیعی اخباروں کے صفحات پر بڑے پر جوش اور پر اثر مضامین مرزا تجلی حسین صاحب کے شائع ہو رہے تھے۔ جن میں اس تحریک سے بے تعلقی اختیار کرنے والوں پر غم وغصہ کا اظہار بڑے تلخ انداز میں ہوتا تھا۔ [1]

---

۱ کائنات نجم مقالہ سید العلماء ص ۱۲۵

انگریزی حکومت کے خلاف فتویٰ

جب آپ نجف اشرف سے واپس تشریف لائے تو پہلی جنگ عظیم ہو چکی تھی اور ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف تحریک کا آغاز ہو چکا تھا۔ یہ تحریک دن بدن پھیلتی جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ علماء نے حکومت برطانیہ کی فوج اور پولیس کی ملازمت کو حرام قرار دے دیا۔ ایسے ہنگامی حالات میں جب کہ برطانیہ حکومت کے خلاف معمولی سی حرکت بھیانک عتاب کا سبب بنتی تھی۔ سرکار یوسف الملت نے برطانوی فوج اور پولیس میں ملازمت کی حرمت کا فتویٰ صادر فرمایا۔ فتویٰ کا منتشر ہونا تھا کہ برطانوی حکام میں کھلبلی مچ گئی۔ آپ کے اس اقدام سے انگریز کلکٹر مراد آباد سخت ناراض ہوا اور غصہ کا اظہار کیا۔ اور کوشش اس بات کی کی گئی کہ سرکار یوسف الملت فتویٰ واپس لے لیں۔ سرکار موصوف نے فتویٰ واپس لینے سے انکار کر دیا جس کی بنا پر آپ کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دئے گئے مگر نتیجہ کے پیش نظر کسی طرح کی کارروائی کرنے سے باز رہا۔ آپ کے اقدام کی ہر طرف ستائش کی گئی۔ سر محمد یعقوب اور دیگر مسلم رہنما آپ کو مبارکباد دینے امروہہ آئے اور بھرپور تائید کی۔

اس فتویٰ سے مسلم قیادت میں استحکام پیدا ہوا اور اتحاد بین المسلمین کو تقویت پہونچی۔ امت مسلمہ کے اتحاد کو دیکھتے ہوئے برطانوی حکومت کو وارنٹ واپس لینا پڑیا۔ اس سے پورے ہندوستان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور آپ کے معتقدین نے سکون کی سانس لی۔

اخلاق اور کردار

سرکار یوسف الملت انتہائی سادہ مزاج انسان تھے۔تواضع و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔عظیم الشان علمی وجاہت وعظمت کے باوجود چھوٹوں سے بھی برابر کی حیثیت سے ملتے۔طلباء کی خبرگیری اوران کی ضروریات کو پورا کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے تھے۔حسن اخلاق کا بہترین نمونہ اور صاحب خلق عظیم کے حقیقی پیروکار تھے۔

''خدارحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را''

مہمان نوازی

آپ کی ذات مہمان نوازی میں بے مثال تھی۔علمی مشاغل درس و تدریس،تصنیف وتالیف،عبادت وریاضت کے باوجود مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی مہمان آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتا تھا تو بلا امتیاز اس کی اعلی پیمانے پر ضیافت فرماتے تھے۔آنے والا خواہ عالم ہو یا جاہل اپنا ہو یا غیر صاحب ثروت ہو یا تنگ دست، امیر ہو یا غریب سب کو یکساں نوازتے تھے۔ نجف اشرف میں قیام کے دوران بھی جو قافلے ہندوستان سے جاتے تھے انکی ضروریات کا پورا خیال رکھتے تھے اوران کو اپنے یہاں مہمان بھی بناتے تھے۔ صاحب تذکرہ بے بہا مولانا سید محمد حسین نوگانوی جب نجف اشرف زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو سرکار یوسف الملت نے آپ کا پورا خیال رکھا۔

صاحب تذکرہ بے بہا لکھتے ہیں

''جب یہ نحیف عاصی ۱۳۳۱ھ میں زیارات عتبات عالیات کو حاضر ہوا تھا تو آپ نجف اشرف میں تحصیل علوم میں مشغول تھے۔ اکثر آپ میری قیام گاہ پر بھی قدم رنجہ فرما کر میری عزت بڑھاتے تھے۔ [1]

شوکت شہ نہ گشت چیزی کم۔ سر دہقان بآسمان رسید۔''

صاحب انوار قمر رقمطراز ہیں

''آپ نہایت خلیق وملنسار تھے عراق میں بھی اہل وطن سے ملکر بہت خوش ہوتے تھے اور حتی الامکان محبت ویگانگت میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کرتے تھے چنانچہ اس حقیر صغیر مؤلف کتاب ھذا کو خوب یاد ہے کہ جب شوال ۱۳۲۳ھ/دسمبر ۱۹۰۵ء میں اپنے والد سید امیر حسن اور والدہ کے ہمراہ زیارات مشھد مقدس کے بعد ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں نجف اشرف پہنچے تھے تو یہ دونوں صاحبان (سرکار یوسف الملت اور مولانا سبط نبی مجتھد) موجود تھے اور نہایت شوق ومحبت کے ساتھ ملنے آئے تھے اور پھر قیام کربلا تک برابر آمد ورفت جاری رہی۔'' [2]

---

۱ تذکرہ بے بہا ص ۴۴۷ ۲ انوار قمر ص ۱۴۱

ہندوستان واپس آنے کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں قیام کے دوران کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا تھا جب آپ کے احباب یا شاگردوں کی پر تکلف دعوت نہ ہوتی ہو آپ کا گھر ہر برادری کے طالب علم کے لئے کھلا رہتا تھا۔ اور ہر نو وارد طالب علم کی ہر ممکن امداد فرماتے تھے۔

سفر زیارات

آپ ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء میں زیارات کے لئے عراق روانہ ہوئے اور نجف اشرف کربلا معلیٰ سامرہ کاظمین کی زیارات سے مشرف ہونے کے بعد ایران آئے اور حضرت ثامن الائمہ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ایران میں زیارات اور علماء سے ملاقات کے بعد ۴ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ/۸ جولائی ۱۹۳۲ء کو مشہد مقدس سے ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے وطن واپسی پر آپکی طبیعت میں اضمحلال پیدا ہوا اور تپ دق میں مبتلا ہو گئے اور یہی مرض آپکی رحلت کا سبب بنا۔ ۱

وفات حسرت آیات

تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو کر ۲۸ شعبان ۱۳۵۲ھ/۱۶ دسمبر ۱۹۳۳ء کو علم و فقاہت کا آفتاب عالم شباب میں غروب ہوا ہر طرف کہرام بپا ہو گیا اہل امروہہ فقیہ عظیم کے فقدان پر ماتم کناں تھے ہر طرف غم کے بادل چھا گئے آپکی رحلت کی خبر ہر طرف پھیل گئی جگہ جگہ تعزیتی جلسے منعقد ہوئے عمائدین ملت اور

---

۱ انوار قم ص ۱۴۲

حکام نے تعزیتی پیغامات بھیجے ملک کے ہر طبقے کی جانب سے سیکڑوں خطوط اور تار موصول ہوئے علیگڑھ مسلم یونیورسٹی سے احباب اور انگریز پروفیسرز کے تعزیتی پیغامات جاری ہوئے۔ اعلیٰ پیمانے پر آپکا غم منایا گیا بلا تفریق مذہب و ملت ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی عزاخانہ نورالحسن محلّہ دانشمندان کی شہ نشین میں آپکو سپرد خاک کیا گیا۔ ۱

اولاد امجاد

آپکے دو پسر اور تین دختر متولد ہوئیں

پسران

سید شبیہ الحسن عرف ہاشم رضا: آپ فرزند اکبر ہیں ربیع الاول ۱۳۴۷ھ راگست ۱۹۲۸ء میں متولد ہوئے ذی علم لائق و فائق ہیں اعلیٰ تعلیم حاصل کی ۱۹۵۱ء میں کراچی چلے گئے نیشنل بینک آف پاکستان میں ملازم تھے اب ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں خدوند عالم آپکو سلامت رکھے۔

آپکے ایک دختر اور دو پسر ہیں سید رضا یوسف، سید حسین یوسف۔

سید قاسم رضا: آپکی ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ ریکم اپریل ۱۹۳۳ء میں ہوئی نہایت خلیق، ملنسار۔ منکسر المزاج انسان تھے ہمدرد دواخانہ دہلی میں ملازم تھے انجمن وظیفہ سوسائٹی کے نگراں اور فعال کارکن تھے قوم کی خدمت کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے خوش مزاجی کا یہ عالم تھا جب بھی ملے مسکرا کر ملے چھوٹوں کا

۱ مجلّہ کراچی دسمبر ۱۹۶۵ء تذکرہ علماء امروہہ ص ۲۲۳، تذکرۂ علماء امروہہ ص ۲۲۳

بھی احترام کرتے تھے چند سال قبل امروہہ ہی میں وفات ہوئی۔ آپکی دو دختر ہیں یوسفیہ خاتون، مرتضویہ خاتون۔

دختران

مجتہدیہ خاتون، دوسری دختر کمسن فوت ہوئیں، مصطفائی خاتون۔

برادران:

مولانا محمد احمد: مولانا حاجی مرتضیٰ حسین کے منجھلے صاحبزادے تھے ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء میں ولادت ہوئی ابتدائی تعلیم والد ماجد اور برادر بزرگ مولانا یوسف حسین سے حاصل کی نورالمدارس میں زیر تعلیم رہ کر عربی و فارسی بورڈ سے فاضل ادب اور مدرسہ عالیہ رامپور سے مولوی کے امتحانات دیئے آپ نیک خصلت، نیک افعال، ذی علم بااخلاق تھے آپکا زہد و تقویٰ دیکھ کر سرکار نجم العلماء مولانا نجم الحسن صاحب نے اپنی منجھلی صاحبزادی تقیہ خاتون کا عقد آپ سے کیا۔ آپ کچھ عرصے محکمہ تعلیم میں اردو فارسی کے مدرس رہے اسکے بعد حسین آباد ہائی اسکول لکھنو میں تدریس کے فرائض انجام دینے لگے ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوئے اور ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۰ء لکھنوء میں رحلت کی کربلا ملکہ آفاق میں دفن ہوئے۔ آپکے دو عقد ہوئے پہلی زوجہ سے پانچ دختر اور ایک پسر سید آفتاب احمد مسلم متولد ہوئے۔

دوسری زوجہ سے دو دختر اور پانچ پسر متولد ہوئے ۱۔ سید سلطان احمد، ۲۔ سید شہنشاہ احمد، ۳۔ سید خورشید احمد، ۴۔ سید ذھین احمد، ۵۔ سید شہزاد احمد۔

مولانا حسن مجتبیٰ: آپکی ولادت ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں ہوئی عربی فارسی کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی عربی فارسی بورڈ سے فاضل ادب کیا۔ نہایت لایق وفائق تھے والد ماجد کی حیات ہی میں ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں رحلت کی نسیم امروہوی نے تاریخ کہی۔

آں حسن سرو چمن مرتضیٰ   اول شعبان شدہ جنت مکیں
سال فوتش گفت ہاتف از نسیم   نیر تاباں بشد زیر زمیں

اولاد: ایک دختر کنیز سیدہ

مولانا محمد نبی: آپکی ولادت ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء دانشمندان میں ہوئی۔ عربی فارسی کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی اور نور المدارس میں زیر تعلیم رہ کر بورڈ سے امتحانات دیئے نیک سیرت، با اخلاق و بامروت تھے ۱۹۸۸ء میں پاکستان چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی ۱۹۹۰ء کو کراچی میں رحلت ہوئی۔

اولاد: پانچ دختر۔ طیبہ خاتون، مطیبہ خاتون، بنت سیدہ، حسن سیدہ، نذر سیدہ
دوسری زوجہ سے تین پسر متولد ہوئے۔

(۱) مولانا محمد رضا: آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۸ء محلّہ دانشمندان امروہہ میں ہوئی۔ سرکار نجم العلماء مولانا سید نجم الحسن کے والد ماجد مولانا اکبر حسین عبرت نے قطعہ تاریخ کہا ''از شاخ نو میوۂ دل برآمد'' نیک سیرت اعلیٰ کردار کے حامل تھے۔ تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ الہ آباد یونیورسٹی سے ملّا کا امتحان پاس کیا۔ محکمہ تعلیم میں ملازم رہے۔ ۲۹/شعبان ۱۳۴۲ھ/۱۵ اپریل ۱۹۲۴ء میں رحلت کی۔

۱ مجلّہ ھادی جون ۱۹۲۶ء شمارہ ۲

اولاد: سید احمد رضا، سید رضا احمد عرف منّا، سید علی رضا

۲ سید تجمل حسین: آپکا انتقال کم عمری میں ہو گیا تھا۔

۳ سید نور عین: آپکی ولادت ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء میں ہوئی۔ عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی دبیر کامل کا امتحان پاس کر کے محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء مین وفات ہوئی۔

آپکے دو عقد ہوئے پہلی زوجہ سے تین دختر اور ایک پسر متولد ہوئے دوسری زوجہ سے ایک پسر سید غلام السیدین اور ایک دختر فہمیدہ خاتون ہیں۔۱

ہمدرس احباب

صاحب مطلع انوار مولانا مرتضیٰ حسین فاضل نے آپکے ہمدرس احباب میں مولانا سید راحت حسین گوپالپوری ممتاز العلماء مولانا سید ابوالحسن منن صاحب، علامہ سید سبط نبی صاحب نوگانوی، علامہ شیخ محمد حسین نجفی بمبئی کا ذکر فرمایا ہے۔

ممتاز العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب طاب ثراہ

(۱۲۹۹ھ/۱۳۵۵ھ/۱۹۳۷ء)

شمس العلماء مولانا سید محمد ابراہیم کے فرزند تھے لکھنؤ میں متولد ہوئے فقہ اور اصول میں اعلیٰ مہارت رکھتے تھے۔ مجتہد و فقیہ تھے آپکی علمی وجاہت کا شہرہ تھا۔ ۱۳۲۷ھ مین نجف اشرف گئے اور وہیں سرکار یوسف الملت کے ہمدرس رہ کر آقائی شیخ فتح اللہ اصفہانی، آقائی شیخ گنا آبادی، آقائی سید ابوالحسن اصفہانی جیسے جید آیات

عظام سے اجازہ ھائے اجتھاد حاصل کئے۔ ۱۳۳۲ھ میں ہندوستان واپس آکر جامعہ ناظمیہ میں تدریس فرمانے لگے اور خطیب اعظم مولانا سبط حسن صاحب کی وفات کے بعد مدرسۃ الواعظین کے پرنسپل منتخب ہوئے۔ تالیفات: حاشیہ کفایہ الاصول، التجزی فی الاجتھاد، البرق الومیض فی منجزات المریض۔

حضرت نسیم امروہوی لکھنؤ میں زمانہ طالبعلمی کے سلسلے میں لکھتے ہیں۔

> ''کالج کی خدمات کے علاوہ میرے پیش نظر ''نورالا فاضل'' کا امتحان تھا جسکی تیاری کے لئے مدرسہ الواعظین میں حضرت مولانا ابوالحسن صاحب قبلہ مجتھد العصر عرف منن صاحب کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔ موصوف چونکہ نجف اشرف میں میرے عم محترم مولانا سید یوسف حسین صاحب قبلہ نجفی کے ساتھ ۹ سال پڑھ چکے تھے اس تعلق کی بنا پر مجھے اپنی اولاد کی طرح بڑی شفقت اور محبت سے پڑھاتے تھے اور یہ انھیں کی توجہ کی برکت تھی کہ میں نے ۱۹۳۱ء کی آخر میں جامعہ نورالمدارس امروہہ میں جاکر اس امتحان کا مرحلہ طے کیا اور فوز عظیم کے ساتھ کامیابی حاصل کی۔''

صدر المفسرین مولانا راحت حسین گوپالپوری اعلی اللہ مقامہ

(۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ھ/ ۱۹۵۷ء/۱۳۷۶ھ)

فقہ، اصول، علم رجال اور درایہ الحدیث میں فخر روزگار تھے۔ تفسیر قرآن سے خاص دلچسپی تھی۔ سلطان المدارس لکھنو میں سطحیات کی تکمیل کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں عازم عراق ہوئے اور نجف اشرف میں نو سال قیام کیا اور آقائی شیخ علی گونا بادی، آقائی مرزا محمد علی رشتی، آقائی سید ابوالحسن اصفہانی، آقای سید قاسم خراسانی، آقائی سید کاظم یزدی طاب ثراہم کے دروس میں شرکت کر کے درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ اسی زمانے میں سرکار یوسف الملت بھی وہاں مشغول تحصیل تھے۔ آپ ان کے ہمدرس اور ہم مباحثہ تھے ۱۳۳۳ھ ,۱۹۱۴ میں میں وطن واپس آئے۔ تبلیغ دین اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوئے۔ مولانا سید عدیل اختر صاحب طاب ثراہ کی وفات کے بعد مدرستہ الواعظین لکھنو کے پرنسپل منتخب ہوئے۔

تالیفات: تفسیر انوار القرآن، قاطع لجاج در میراث ازواج، الغناء والاسلام، الانتصار فی حرمۃ الادبار، بسط الیدین، سبیل الھدیٰ، جواز بکاء مرشدامت، توشۂ آخرت۔

علامہ سید سبط نبی مجتہد نوگانوی طاب ثراہ

(۱۳۰۰ھ/۱۸۸۳ء ۔ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۹ء)

فقیہ، مجتہد، جید الاستعداد، پاک سیرت، نیک کردار عالم دین تھے۔ سرکار یوسف الملت کے خاص دوست تھے نور المدارس میں بھی ساتھ رہ کر مولانا حاجی مرتضیٰ حسین اور محمد امین شاہ آبادی سے کسب علم کیا اور ۱۳۲۴ھ میں آپ کے ہمراہ عازم عراق ہوئے۔ نجف میں بھی ایک ہی مدرسہ میں قیام کر کے جید اساتذہ

سے فیضیاب ہوئے اور اجازہ ھائے اجتہاد حاصل کئے۔

۱۳۳۲ھ میں آپ کے ساتھ ہی ہندوستان واپس آئے اور ۹ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ باب العلم کی تاسیس کی۔ نوگاواں سادات میں دینی ماحول قائم کیا اور فقہی زعامت حاصل کی۔

سرکار یوسف الملت کی وفات کے بعد آپ کے لئے شاعر مشرق علامہ اقبال نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر سے ناظم شیعہ دینیات کی حیثیت سے تقرری کی سفارش کی جسے وائس چانسلر نے قبول کیا آپکو شیعہ دینیات کا ڈین بنایا گیا۔

علامہ شیخ محمد حسین نجفی بمبئی

(۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء ۔ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء)

فقیہ، مجتہد، مفسر، محدث ہونے کے ساتھ قومی وسماجی رہبر بھی تھے۔ آپ کی وسعت نظر قابلیت اور اخلاق کا ہر شخص معترف تھا۔ بمبئی میں یادگار خدمات انجام دیں جنھیں اہل بمبئی آج تک فراموش نہیں کر پائے ہیں۔ نجف اشرف میں آقائی محمد کاظم یزدی، آقائی کاظم خراسانی، آقائی فتح اللہ اصفہانی۔ آقائی ابوالحسن اصفہانی، آقائی ضیا الدین عراقی جیسے جید اساتذہ سے بھر پور استفادہ کیا۔ نجف اشرف میں سرکار یوسف الملت بھی آپ کے ہمدرس اور ہم مباحثہ تھے۔ ۱۳۳۱ھ میں عراق سے بمبئی آئے اور قومی خدمات میں مصروف ہوئے۔ بمبئی میں مومنین کے درمیان دینداری کی تحریک چلا کر مذہبی ماحول قائم

کیا جس کے اثرات آج تک موجود ہیں۔

تالیفات: ارمغان اسلام، احکام الشریعہ، فتاویٰ فقہیہ، معرفۃ الامام، تنبیہ الامۃ فی صلاۃ الجمعہ

شاگردانِ یوسف الملت

مولانا سید ابو جعفر صاحب، مولانا قمر الزماں صاحب چھولسی، مولانا محمد جعفر صاحب (امام جمعہ لاہور)، مولانا مسرور حسین صاحب (مبلغ افریقہ)، مولانا محمد عسکری صاحب جلالوی، مولانا ابرار حسین صاحب (پرنسپل منصبیہ عربی کالج میرٹھ)، مولانا رضا لقمان صاحب، مولانا تبارک حسن صاحب، مولانا لقا علی صاحب، مولانا محمد عبادت صاحب (امام جمعہ امروہہ)، مولانا ممتاز حسین صاحب (ایڈیٹر ماہ نامہ ہادی)، مولانا رضی عباس صاحب، مولانا مظاہر حسین صاحب فرقانی، مولانا قائم رضا صاحب نسیم امروہوی، مولانا آقا حیدر صاحب

علماء و محققین کے تاثرات:

حضرت آیۃ اللہ ضیاء الدین عراقیؒ:

عالم باعمل، فاضل سخی سید یوسف جو میری آنکھوں کے لیے باعث سرور خنکی، لائق اجتہاد، آسمان تحقیق کے آفتاب اور دائرہ تحقیق کے مدار ہیں جن کی بزرگی قائم و دائم رہے۔ انھوں نے تحصیل علم دین کے لئے اپنے وطن سے ہجرت کی

اور کافی عرصہ نجف اشرف میں قیام فرما کر تحصیل علم کیا۔
یہاں تک کہ اپنے تمام ساتھیوں ہم عصروں اور ہم عمروں
سے سبقت لے گئے اور بحمداللہ متابعت اور تقلید سے نکل کر
اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچ گئے۔ اب انہیں اجتہاد و استنباط پر اسی
طرح عمل کرنا چاہئے جو مجتہدین کا طرز ہے۔

مرجع عالیقدر آیۃ اللہ سید ابوالحسن اصفہانیؒ:

سید بزرگوار عالم ذکی و نجیب صاحب حسب کامل و نسب طاہر حامل فکر
صائب و نظر بالغ صاحب پاکیزہ اخلاق و متقی جن کی طبع حرص سے
پاک اور دل عیب سے دور ہے یعنی جناب سید یوسف حسین خدا دونوں
جہاں میں ان کا معین ہو اور وہ کچھ عطا کرے جو ان کے لئے باعث
شادمانی ہو۔ جنھوں نے علوم شرعیہ کی تحصیل میں سعی بلیغ کی اور ترک
وطن کی اذیت اٹھائی علوم دین میں مہارت وجدت حاصل کی۔ حتیٰ کہ
منصب اجتہاد پر فائز ہوئے۔ علماء اعلام کی اک جماعت سے تحصیل
علوم کیا اور مجھ ناتواں کے پاس بھی اک مدت تک علم حاصل کرتے
رہے۔ حتیٰ کہ علماء متبحرین سے موسوم ہوئے۔ پس انہیں اپنے اجتہاد و
استنباط پر عمل کرنا چاہئے اس طریقہ سے علماء میں رائج ہے۔

حضرت آیۃ اللہ محمد حسین مازندرانیؒ:

عالم و فاضل و عاقل صاحب شرف حسب و نسب بزرگ محترم

پیشوائے فاضلین و فقہا صاحب فکر رسا معتمد علماء جناب مولوی سید یوسف حسین جو عالم و فاضل برگزیدہ ہستی، جناب مولوی سید مرتضی حسین امروہوی کے فرزند صالح اور اپنے اسلاف کی طرح احکام دین وشریعت کو رواج دینے والے ہیں۔ خدا ان کی بزرگیوں کو برقرار رکھے۔ بہ تحقیق کہ انھوں نے اپنے اعزاء واقرباء کی جدائی کو گوارہ کیا اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور تحصیل علم دین کی خاطر ہر دشواری کو سہل جانا۔ پس علوم معقول و منقول کو حاصل کر کے اپنی مراد حاصل کی۔ اور اصول وفرع کا علم حاصل کرنے والوں میں سبقت لے گئے اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کیا۔ اور خوش بخت ہوئے۔ میں نے فقہ واجتہاد کے احکام میں ان کی دسترس کو بھرپور پایا۔ علماء اعلام نے جو مدارج علمی پائے ہیں ان کو ان مناصب پر فائز پایا۔ بلکہ ان سے بھی بالاتر

حضرت آیۃ اللہ علی خراسانی قوچانی:

جناب مستطاب، عاقل، عالم، معتمد، عادل، رکن علماء اعلام و معارف علوم اسلام و رکن فقہائے عظام متقی و پرہیزگار علوم دینیہ پر صاحب اختیار سید بزرگوار فاضل نجابت شعار آقا سید یوسف ہندی ان کا فضل علم قائم و دائم رہے سالہائے دراز تک نجف اشرف میں باب مدینۃ العلم سے لو لگائے مصروف تحصیل علم رہے اور اپنی تمام تر

توجہات اور کوششوں سے علوم شرعیہ عقلیہ ونقلیہ کے حصول میں بڑی سعی فرمائی۔ خاص توفیقات الٰہی شامل حال رہیں اور اکتسابی کمالات علمی کی منزلوں میں اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے اور ان علماء میں شمار ہوئے جن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کیا جاتا ہے۔

حضرت آیۃ اللہ علی خراسانی گنا آبادیؒ:

عالم کامل و فاضل۔ بزرگوں اور بزرگ علمی نعمتوں سے مالا مال نکتہ فہم و نگاہ دور رس رکھنے والے عالم باعمل جناب مستطاب مولوی سید یوسف حسین ابن مولوی مرتضیٰ حسین بھی ہیں جن کے اسلاف اشاعت دین واسلام میں منہمک رہے ہیں۔ اور شریعت مطہرہ کے محافظ بھی۔ خدا ایسے علماء میں اضافہ فرمائے۔ پس وہ علم و فضل و عمل کے سبب ایسے مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں جہاں علم ہر مشکل پر قابو یافتہ ہوتا ہے خدا کے فضل اور ورثہ پدری سے انھوں نے وہ علم حاصل کر لیا ہے جہاں اجتہاد کی منزل آجاتی ہے اور بحمد اللہ یہ اس پر فائز ہیں۔

حضرت آیۃ اللہ ابوترابؒ:

جناب عالم باعمل فاضل باذل کامل باعث شرف تقویٰ و نیکوکاری چراغ ہدایت عالم انتہائی زیرک وروشن طبع پسندیدہ اخلاق سیدوذکی جناب سید یوسف رضوی ابن عالم و کامل و فاضل سید مرتضیٰ حسین امروہوی ہندی شامل ہوئے۔ خدا طالبان ہدایت کے سروں پر ہمیشہ ان کا سایہ رکھے اور فرقہ ناجیہ شیعہ میں اضافہ کرے۔

حضرت آیۃ اللہ فتح اللہ شیرازی المعروف شیخ الشریعۃؒ:

عالم باعمل اور فاضل کامل جو حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں اور شرف و بزرگی کی نعمات سے مالامال ہیں جو طبع سلیم اور مزاج مستقیم رکھنے والے فراست نظر اور جواد و کرم و فہم ہیں بحمد للہ یہ علوم شرعیہ کی باریکیاں سمجھنے والے اور مسائل دینیہ کی گتھی سلجھانے والے پرہیزگار پاک اور صاف ذکی معتمد بندہ صالح و عادل سید یوسف حسین جو اک ستون دین مذہب شیعہ کی جائے پناہ حامل علوم و فیوض خداوندی سید مرتضٰی حسین امروہوی کے فرزند سعید ہیں۔ خدا ایسے علماء کے درجات میں اضافہ فرمائے۔

حضرت آیۃ اللہ محمد کاظم طباطبائی:

سید بزرگ نسبت اعلیٰ شرف فاضل معتمد پاک طینت و صاف باطن فاضلان علم کے مسند نشین خدا ان کے شرف و فضل و کرم و علم میں اضافہ فرمائے سید یوسف حسین سلمہ اللہ تعالیٰ ابن جناب مستطاب ملاذ الانام الفاضل القمقام سید مرتضٰی حسین امروہوی خدا ان کا ہمیشہ معین رہے۔

حضرت مولانا سید ابوجعفر ابن مولانا سید احمد حسین طاب ثراہ ساکن محلّہ شفاعت پوتہ

"شیعیان امروہہ کے لئے خصوصاً اور مومنین ہندوستان کے لئے عموماً یہ خبر فرحت انگیز ہی نہیں بلکہ موجب فخر و مباہات ہے کہ عالیجناب مستطاب عمدۃ المتکلمین ، زبدۃ المحدثین جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول سرکار شریعتمدار مولانا مقتدانا السید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتھد العصر والزمان علینا ظلہ العالی بدوام الایام واللیالی اپنے وطن مالوف میں معقول ومنقول کی تحصیل درجۂ کمال پر کر کے بغرض تکمیل علوم عتبات عالیات تشریف لے گئے تھے اور وہاں پر تقریباً نو برس تک قیام فرما کر علماء اعلام وحجج اسلام ادامھم اللہ المنعام کے دروس سطحیہ و خارجیہ میں تحقیق و اتقان کے ساتھ شرکت فرما کر معراج کمال پر فائز ہوئے اور حضرات علماء کرام ومجتھدین عظام نجف اشرف وکربلائے معلٰی نے سرکار ممدوح کا تبحر علمی ملاحظہ فرما کر اجازہ ھائے اجتھاد سے سرفراز فرمایا۔ سرکار ممدوح اپنے وطن مالوف قصبہ امروہہ ضلع مراد آباد میں تقریباً ایک سال سے رونق افروز ہیں اور اپنے علوم وفنون کے دریائے ناپیدا کنار کے فیوضات سے تشنگان راہ ہدایت کو سیراب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ حقیر سراپا تقصیر کو بھی سرکار ممدوح کی عالی خدمت میں فخر تلمذ حاصل ہے۔

احقر

ابوجعفر تلمیذ سرکار ممدوح مدظلہ العالی (۱۹۱۵ء)

محمود احمد عباسی:

(آپ) ''خلف الصدق مولوی حاجی مرتضیٰ حسین، عالم جید صاحب استعداد مذہب امامیہ کے روشن خیال مجتھد ہیں۔ ابتداء سے اپنے والد سے پھر مولوی محمد امین خاں سے علم حاصل کیا اسکے بعد عراق گئے اور تقریباً آٹھ سال تک وہاں کے علماء سے علوم وفنون کی تحصیل کی۔ ۱۳۳۲ھ میں سند اجتھاد لیکر وطن واپس آئے۔ چار پانچ سال تک نور المدارس میں درس دیتے رہے پھر مدرسہ منصبیہ میرٹھ میں پرنسپل مقرر ہوئے اور اب چند سال سے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں دینیات کے پروفیسر ہیں۔ چالیس سال کے قریب عمر ہے۔ اصول فقہ میں خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے حامی ہیں۔ ۱۹۲۱ء میں جب خلافت کی تحریک زور شور پر تھی آپ نے ترک موالات میں علماء اہلسنت و جماعت کے فتاویٰ کی تائید کی تھی۔ ذہین وطبّاع، خلیق ومتواضع ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ'' [1]

مولانا محمد حسین نوگانوی:

''آپ بڑے ذہین وطبّاع وزاہد واورع ہیں۔ خلق وتواضع و ذہانت وذکاوت آپکی نورانی صورت سے ظاہر ہے اور جناب سید کاظم صاحب طبا طبائی اور جناب آقائی شریعت فتح اللہ اصفہانی، اور

---

۱ تذکرۃ الکرام ص ۳۵۶

جناب سید ابوالحسن اصفہانی وغیرہ نے نہایت آب و تاب سے اجتہاد کے اجازے عنایت فرمائے اور اکثر خدام وغیرہ جو اُدھر سے آتے ہیں وہ آپکی تکمیل علوم میں محنت شاقہ اٹھانے کے معترف ہیں۔ آپکے موعظہ میں مضامین علمیہ اور نکات ہوتے ہیں۔ آپکا رسالہ ''جوابات شافیہ'' مطبوعہ میرے یہاں آپکا عطیہ ہے۔''[1]

مولانا بشیر حسن نقوی :

''(آپ) نو سال عراق میں تحصیل علوم دینیہ میں گذار کر امروہہ تشریف لائے۔ نورالمدارس میں بحیثیت پرنسپل درس دینا شروع کیا۔ بعدہٗ منصبیہ کالج میرٹھ میں چھ سال پرنسپل رہے اسکے بعد علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں شیعہ ڈین کی حیثیت سے آٹھ سال گذارے وہیں علالت شروع ہوئی۔ بحالت بیماری امروہہ تشریف لائے اور داعی اجل کو لبیک کہا۔ نہایت نیک نفس اور ہر دلعزیز تھے۔ آپکی بے وقت جدائی کا صدمہ عظیم لوگوں کو ہوا۔[2]

مولانا مرتضیٰ حسین فاضل:

''مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ امروہہ کے ایک عالم و مقدس بزرگ تھے انکے فرزند جناب مولانا سید یوسف حسین صاحب قبلہ ۱۸ رجب ۱۳۰۲ھ کو محلّہ دانشمندان امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم

---

۱ تذکرہ بے بہا ص ۴۴۷ ۲ شجرات سادات امروہہ ص ۱۳۵

گھر میں پھر اپنے فاضل و مدرس والد سے حاصل کی اسکے بعد رامپور کا سفر کیا جہاں مولوی محمد امین شاہ آبادی سے معقولات کا درس مکمل کیا۔ [۱]

ادیب اعظم مولانا ظفر حسن صاحب:

''مولانا سید یوسف حسین صاحب مجتہد مولانا حاجی مرتضیٰ حسین صاحب کے فرزند اکبر تھے ۹ سال عراق میں رہ کر سند اجتھاد حاصل کی۔ پہلے مدرسہ منصبیہ میرٹھ میں صدر مدرس رہے پھر علیگڑھ یونیورسٹی میں شیعہ دینیات کے ڈین مقرر ہوئے۔ صحت خراب ہونے کی وجہ سے عین جوانی میں انتقال فرمایا'' [۲]

مولانا قائم رضا نسیم امروہوی:

حضرت نسیم امرہوی اپنی طالبعلمی کا تذکرہ کرتے ہوئے سرکار یوسف الملت کی کرم فرمائی کا اس طرح ذکر کرتے ہیں'' جب عم محترم حضرت مولانا یوسف حسین صاحب قبلہ نجفی منصبیہ عربی کالج میرٹھ میں پرنسپل کے عہدے پر مامور ہوئے تو امروہہ سے مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے میں اسوقت ''مولوی'' کا کم وبیش آدھا نصاب پڑھ چکا تھا اور سنین عمر کی چودھویں سیڑھی تک پہونچا تھا'' [۳]

---

۱ مطلع انوار ص ۷۰۸ ۲ میری سرگذشت ص ۶۲

۳ ارمغان نسیم ص ۲۱۷

علامہ سعید اختر گوپالپوری:

''آپ کچھ عرصہ مدرسہ نورالمدارس کے پرنسپل رہے اور مولانا سید محمد عبادت صاحب کی کم عمری کے زمانے میں مسجد جامع اشرف المساجد امروہہ میں نماز جمعہ بھی پڑھاتے رہے۔ ۱۳۴۰ھ میں آپ منصبیہ عربی کالج میرٹھ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ مولانا قاری سید عباس حسین جارچوی کی رحلت کے بعد آپکا تقرر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں شیعہ دینیات کے سربراہ کی حیثیت سے ہوا۔ [1]

---

1 خورشید خاور ص ۴۶۰

اجازہ ہائے

اجتہاد

آیۃ اللہ ضیاء الدین عراقیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے علماء کے قلم کی سیاہی کو شہداء کے خون سے بہتر قرار دیا اور خدا کی تمام رحمتیں اور نعمتیں حضرت محمد مصطفیٰ پر جو تمام انبیاء ورسل سے بہتر اور افضل ہیں اور حضرت علیؑ پر اور ان کی اولاد پر جو بہترین خلفاء اور اوصیاء ہیں۔ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ بہ تحقیق کہ عالم باعمل اور فاضل سخی سید یوسف جو میری آنکھوں کے لیے باعث سرور لائق اجتہاد و آسمان تحقیق کے آفتاب اور دائرہ تحقیق کے مدار جن کی بزرگی قائم ودائم رہے۔ انھوں نے تحصیل علم دین کے لئے اپنے وطن سے ہجرت کی اور کافی عرصہ نجف اشرف میں قیام فرما کر تحصیل علم کیا۔ حتی کہ اپنے تمام ساتھیوں معاصرین اور ہم عمروں سے سبقت لے گئے اور بحمد اللہ متابعت اور تقلید سے نکل کر اجتہاد کی عزت پر پہنچ گئے۔ اب انہیں اجتہاد واستنباط پر اسی طرح عمل کرنا چاہیئے جو مجتہدین کا طرز ہے لیکن امور دین ودنیا میں کمال احتیاط ضروری ہے۔ اس لئے کہ پرہیزگاروں کا یہی طریقہ ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ دعا کی قبولیت کے مقامات پر مجھے اپنی دعاؤں میں فراموش نہ فرمائیں گے۔ اور اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری کے سبب اپنے نفس امارہ پر قادر رہیں گے۔

از

حقیر وعاصی: ضیاء الدین عراقی ۱۳۳۲ھ

ترجمہ: سید محمد علی درّانی۔ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

مرجع عالیقدر آیۃ اللہ سید ابو الحسن اصفہانی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين بارئ الخلائق اجمعين ورافع اقدار العلماء العاملين
المثني عليهم في كتابه المبين بما اغناهم عن نعت الواصفين [illegible]
العارفين والصلاة والسلام على اشرف الانبياء والمرسلين وافضل
السفراء المقربين محمد خاتم النبيين وعلى آله الهداة المعصومين
سادات الخلق اجمعين وبعد فان السيد الجليل والعالم النبيل
ذا الحسب الباهر والنسب الطاهر صاحب الفكر الصائب والنظر الثاقب
والقريحة الوقادة والفكرة النقادة الورع التقي والمهذب الزكي
قرة العين المرتضى [illegible] السيد يوسف حسين اصلح الله [illegible]
في الدارين وحباه بكل ما تقر به العين ممن بذل الجهد في تحصيل العلوم
الشرعية وجمع مبانيها النظرية ولقد كد وجد واجتهد و[illegible]
واجاد واستفاد وافاد وحضر على جملة من الاعيان وعلى هذا الضعيف
مدة من الزمان حتى حاز بحمد الله تعالى من العلم [illegible] فاز بالمقصود
والمراد وبلغ مرتبة الاجتهاد فله العمل بما يستنبطه من الاحكام على
النهج المألوف بين الاعلام فيحمد الله تعالى على ما منحه من جزيل الانعام
ويشكره على ما اولاه من النعم الجسام واوصيه بما اوصاني به مشايخي
الكرام من سلوك جادة الاحتياط والتقوى [illegible] وجميع
اموره على [illegible] وان لا ينساني في صالح الدعاء انه [illegible]

١٣٦٩

حرره الاحقر ابو الحسن الموسوي الاصفهاني [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں سزاوار ہیں اس ذات واحد کے لئے جو عالمین کا پروردگار ہے اور علماء باعمل کی عزتوں میں اضافہ کرنے والا ہے۔ جس نے اپنی کتاب معظم قرآن میں ایسی تعریف کی ہے جو تمام مداحوں سے بے نیاز کردیتی ہے اور درود وسلام اس برگزیدہ ہستی پر جو تمام انبیاء کا سردار تمام رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہے اور ان کی اس اولاد پر جو تمام خلق کی سردار اور معصوم ہادیان دین ہیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ سید بزرگوار عالم ذکی ونجیب صاحب حسب کامل ونسب طاہر حامل فکر صائب ونظر بالغ صاحب پاکیزہ اخلاق ومتقی جن کی طبع حرص سے پاک اور دل عیب سے دور ہے یعنی جناب سید یوسف حسین خدا دونوں جہاں میں ان کا معین ہو اور وہ کچھ عطا کرے جوان کے لیئے باعث شادمانی ہو۔ جنھوں نے علوم شرعیہ کی تحصیل میں سعی بلیغ کی اور ترک وطن کی اذیت اٹھائی علوم دین میں مہارت وجدت حاصل کی۔ حتیٰ کہ منصب اجتہاد پر فائز ہوئے۔ علماء اعلام کی اک جماعت سے تحصیل علوم کیا اور مجھ ناتواں کے پاس بھی اک مدت تک علم حاصل کرتے رہے۔ حتیٰ کہ علماء متبحرین سے موسوم ہوئے۔ پس انہیں اپنے اجتہاد واستنباط پر عمل کرنا چاہئے اس طریقہ سے علماء میں رائج ہے۔ انہیں شکر خدا ادا کرنا چاہئے ان علمی نعمتوں پر جو خدا نے ان کو عطا کی ہیں۔ میں ان کو وصیت کرتا ہوں جیسا کہ میرے اساتذہ کرام نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ وہ احتیاط کو مدنظر رکھیں اور تمام امور مذہب ودین میں خدا پر توکل رکھیں اور دعائے خیر میں مجھے یاد رکھیں۔

اجازہ تحریر کردہ: احقر ابوالحسن موسوی اصفہانی

ترجمہ: سید محمد علی درّانی: جمادی الاول ١٣٩٩ھ ٥ر جمادی الثانی ١٣٣٢ھ

حضرت آیۃ اللہ محمد حسین مازندرانیؒ

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي خص العلماء بجزيل الحباء فجعلهم ورثة الانبياء وحملة لاسرار الله حفظاء
وشكر مساعيهم الجميلة ففضل مدادهم على دماء الشهداء والصلوة والسلام على امنائه في بلاده وسفرائه
الادلاء على مرضاته لعباده المنقذين الانام من حيرة الجهالة الجهلاء والسالكين بهم على المحجة البيضاء
محمد وآله الصفوة الاتقياء النقباء صلوات الله عليهم اجمعين مادارت السماء وبعد فان العالم النحرير
الفاضل الحبر اللبيب الفائق في الحسب الفاضل والفضل الرائق قدوة الافاضل الكرام واسوة الفقهاء الاعلام
صاحب الفكرة النقادة والقريحة الوقادة جناب السيد السند المولوي المعتمد سيد يوسف نجل العالم الفاضل
مروج احكام شريعة اجداده المصطفين المولوي السيد [illegible] حسين الامروهوي دام مجدهما قد هاجر لاجل
والفاضل السند [illegible] الزمان في تحصيل ما يوجب [illegible] الديان
ادراك المنى والبلوغ الى الغاية القصوى فادرك المأمول من المعقول والمنقول وحاز قصب السبق
في مضمار الفروع [illegible] ونال الحظ الاوفر في استنباط الاحكام والنصيب الاجزل في [illegible]
الاعلام [illegible] من كل [illegible] ولقد استجازني وكان اهلا لان يجاز [illegible]
بالاسعاف [illegible] فاجزته ان يروي عني كلما صحت لي روايته من الكتب المشهورة بين العلماء الاكابر
كالكافي والفقيه والتهذيب والاستبصار وعليه [illegible] الاخذ بالاحتياط الذي هو سبيل النجاة
واسئله ان يذكرني في مظان الاستجابات [illegible] بصالح الدعوات في الخلوات

الاحقر محمد حسين الحائري المازندراني [illegible]

سبحان اللہ ولہ الحمد
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے سزاوار ہیں جس نے علماء کرام کو اپنے انعام کثیر یعنی دولت علم سے مالا مال کیا۔ اور ان کو انبیاء کا وارث اور برگزیدہ بندوں کے اسرار کا حامل بنایا۔ ان کی نیک کوششوں کو قبول فرمایا۔ اور ان کی سیاہی کو شہداء کے خون پر ترجیح دی اور درود و سلام ان ہستیوں پر جو اس کے امین اور بندوں پر اس کی رضاجوی کے لیے سفیر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جہالت سے نجات دہندہ ہیں اور راہ راست دکھلانے والے ہیں یعنی محمد مصطفےٰ اور ان کی آل پر جو پرہیزگار اور سرداران عالم ہیں۔ خدا آسمان کی بقائے گردش تک ان پر اپنی رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ بعد حمد و صلوٰۃ۔ بات واضح ہو کہ عالم و فاضل و عاقل صاحب شرف حسب ونسب بزرگ محترم پیشوائے فاضلین وفقہا صاحب فکر رسا معتمد علماء جناب مولوی سید یوسف حسین جو عالم و فاضل برگزیدہ ہستی جناب مولوی سید مرتضیٰ حسین امروہوی کے فرزند صالح اور اپنے اسلاف کی طرح احکام دین و شریعت کو رواج دینے والے ہیں۔ خدا ان کی بزرگیوں کو برقرار رکھے۔ تحقیق کہ انھوں نے اپنے اعزاء واقرباء کی جدائی کو گوارہ کیا اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کیا اور تحصیل علم دین کی خاطر ہر دشواری کو سہل جانا۔ پس علوم معقول و منقول کو حاصل کر کے اپنی مراد حاصل کی۔ اور اصول وفرع کا علم حاصل کرنے والوں میں سبقت لے گئے اور زیادہ سے زیادہ علم حاصل کیا۔ اور خوش بخت ہوئے۔ میں نے فقہ واجتہاد کے احکام میں ان کی دسترس کو بھرپور پایا۔ علماء اعلام نے جو مدارج علمی پائے ہیں ان کو ان مناصب پر فائز پایا۔ بلکہ ان سے بھی بالاتر۔ خدا انہیں خیر کی توفیق دے اور ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ انھوں نے مجھ سے اجازہ مانگا۔ بے شک یہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کو اجازہ دیا جائے۔ اور ان کی خواہش کو پورا کیا جائے۔ پس میں نے ان کو اجازت دی کہ مجھ سے روایت کریں ان کتابوں سے جو مشہور ہیں مثلاً کافی، فقیہ، تہذیب، استبصار وغیرہ ان کو احتیاط سے ان پر عمل کرنا چاہئے۔ خدا انہیں سلامت رکھے اور راہ نجات پر گامزن رہیں۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ خلوت وجلوت کی عبادتوں میں میرے لئے دعا فرماتے رہیں۔ بندہ حقیر محمد حسین الحائری مازندرانی

ترجمہ: سید محمد علی درّانی جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

حضرت آیۃ اللہ علی خراسانی قوچانی

(۴)

بسم الله الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفیں اسی خدا کے لئے ہیں جس نے علماء کو وارث انبیاء قرار دیا اور ان کی سیاہی کو شہداء کے خون سے بہتر قرار دیا۔ اور ان کو پرہیزگاری پر کاربند فرمایا۔ درود اور سلام اس پر جو تمام پیغمبروں میں برگزیدہ ہے اور اپنی کتاب نور یعنی قرآن سے جہالت و گمراہی کا دور کرنے والا اور راہ حق دکھلانے والا ہے اور ان کی معصوم اولاد پر جو خلائق سے اعلیٰ اور ہادی دین ہے۔ ایسا درود جو فضائے آسمانی کو پُر کردے

بعد حمد و صلوٰۃ کے مخفی نہ رہے کہ جناب مستطاب، عاقل، عالم، معتمد، عادل، رکن علماء اعلام و معارف علوم اسلام و رکن فقہائے عظام متقی و پرہیزگار علوم دینیہ پر صاحب اختیار سید بزرگوار فاضل نجابت شعار آقا سید یوسف ہندی ان کا فضل علم قائم و دائم رہے سالہائے دراز تک نجف اشرف میں باب مدینۃ العلم سے لولگائے مصروف تحصیل علم رہے اور اپنی تمام تر توجہات اور کوششوں سے علوم شرعیہ عقلیہ ونقلیہ کے حصول میں بڑی سعی فرمائی۔ خاص توفیقات الٰہی شامل حال رہیں اور اکتسابی کمالات علمی کی منزلوں میں اپنے ہم عصروں پر سبقت لے گئے اور ان علماء میں شمار ہوئے جن کی طرف مشکل مسائل میں رجوع کیا جاتا ہے یعنی میرے استاد سرکار ملا محمد کاظم آیۃ اللہ خراسانی خدا ان کے مدارج و مرتبہ میں ترقی فرمائے، کی خدمت میں بھی کافی عرصہ تک حاضر رہے اور اکتساب علم کے کثیر منافع حاصل کیے۔ اور اصول و مسائل اس حد تک حاصل کیے کہ منصب اجتہاد پر فائز ہوئے۔ ان کو ان ہی احکام و طریق پر عمل کرنا چاہیے جو علماء اعلام میں رائج ہیں۔ مسائل شرعیہ اوقاف و اموال وسہم امام وغیرہ بکمال احتیاط مستحقین کو پہنچائیں اور علمی ضرورتمند اور ان کی علمی حاجتوں کو پورا کریں۔ لوگوں کو ان کی اطاعت کرنی چاہیئے ان کے احکامات دینیہ و شرعیہ واجب العمل ہیں میں ان کو وہی وصیت کرتا ہوں جو میرے بزرگوں نے مجھے کی کہ احتیاط پر عمل کریں اور شبہات سے دور رہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ایں جناب مجھے تخلیہ کی دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔ سلام اس جناب پر اور اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ خدا کی رحمتیں اور برکتیں شامل رہیں۔ اس اجازہ کو بندہ حقیر و عاصی۔ علی خراسانی نے لکھا

(ترجمہ) سید محمد علی درانی: جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

حضرت آیۃ اللہ علی خراسانی گناآبادیؒ

بسم الله الرحمن الرحيم

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو عالمین کا پروردگار ہے اور درود و سلام ان کی بہترین مخلوقات محمد اور ان کی آل پر۔

بعد حمد وصلوٰۃ مخفی نہ رہے کہ خدا جس کی ثنا برتر بالا ہے اس سے قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اور اس کی معرفت حاصل کرنے کا بہترین وسیلہ اصول وفروغ دین سے واقفیت اور علم اصول وفقہ کا حصول اور حلال وحرام میں تمیز کا ذریعہ پایا ہے۔ اس خدائے بزرگ نے اپنے کلام میں فرمایا کہ ''کیوں باہر نہیں چلی جاتی فرقہ سے ایک جماعت کہ علم حاصل کرے'' ان لوگوں میں سے جنہیں خدا نے اپنے نفس و مبتلائے مصائب کرنے کے بعد تحصیل علم کی توفیق عطا فرمائی۔ عالم کامل وفاضل۔ بزرگوں اور بزرگ علمی نعمتوں سے مالا مال نکتہ فہم ونگاہ درور رس رکھنے والے عالم باعمل جناب مستطاب مولوی سید یوسف حسین ابن مولوی مرتضیٰ حسین بھی ہیں جن کے اسلاف اشاعت دین واسلام میں منہمک رہے ہیں۔ اور شریعت مطہرہ کے محافظ بھی۔ خدا ایسے علماء میں اضافہ فرمائے۔ پس وہ علم وفضل وعمل کے سبب ایسے مرتبہ پر فائز ہوئے ہیں جہاں علم ہر مشکل پر قابو یافتہ ہوتا ہے خدا کے فضل اور ورثہ پدری سے انھوں نے وہ علم حاصل کرلیا ہے جہاں اجتہاد کی منزل آجاتی ہے اور بحمد اللہ یہ اس پر فائز ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اشاعت احکام شرعیہ میں معروف ہوں اور اپنے اجتہاد سے وہی عمل بجالاتے رہیں جو علماء اور فقہاء میں رائج ہے۔ میں ان کو اسی طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح میرے اساتذہ سلف نے مجھے وصیت فرمائی کہ تقویٰ پر کار بند رہیں اور اپنے نفس کو برائیوں سے حتی الوسیع بچائیں اور اپنے نفس کی خواہشات کی حفاظت کریں۔ شبہ کے مقامات پر احتیاط کا طریقہ اختیار کریں۔ مہلکوں اور لغزشوں کے مقامات میں دخل نہ دیں۔ میں ان جناب سے مقامات اجابت ودعا میں دعا کی استدعا کرتا ہوں۔ سلام ہو آنجناب پر اور اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس اجازہ کو احقر وعاصی۔ علی خراسانی گنا آبادی نے تحریر کیا۔

(ترجمہ) سید محمد علی درانی: جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

عن شيخنا الحر العاملي صاحب الوسائل بطرقها المذكورة في الكتاب على التفصيل
الى ارباب الكتب الاربعة وسائر الكتب والتصانيف والاصول الى اصحاب
العصمة واله الوصول وشرطت عليه ما اشترط على مشايخي من ملازمة
التقوى والاحتياط الذي هو سبيل النجاة وسالكه ليس بناكب عن الصراط
والتمس منه الدعاء في مظان الاجابة كما اني لا انسيه ان شاء الله في هذه المشاهد
المشرفة وحرره بيمناه الداثرة العبد الفقير الى رحمة ربه الباري ابو تراب بن
ابي القاسم بن مهدي بن حسن بن حسين الموسوي الخونساري نزيل الغري السري جوار
امير المؤمنين علي بن ابي طالب سلام الله عليه في يوم الجمعة رابع شهر جمادى الثانية
[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد اس خدا کے لیے ہے جس نے علماء باعمل کے درجات کو بلند فرمایا۔ اور ان کی سیاہی کو شہداء اور مجاہدین کے خون پر فوقیت دی۔ اور درود و سلام ہو اس بزرگ پر جس نے شریعت محکم کو ظاہر کیا یعنی محمدؐ اور ان کی آل پر جو نہایت پاکیزہ اور ہدایت یافتہ ہیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ بے شک یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمام شہروں میں علماء مقرر کیے تا کہ وہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کریں۔ پس علماء کرام ہدایت کے بہترین راستوں پر چلتے رہے تا اینکہ اس ہدایت میں جناب عالم باعمل فاضل باذل کامل باعث شرف تقویٰ و نیکوکاری چراغ ہدایت عالم انتہائی زیرک و روشن طبع پسندیدہ اخلاق سید و ذکی جناب سید یوسف رضوی ابن عالم و کامل و فاضل سید مرتضٰی حسین امروہوی ہندی شامل ہوئے۔ خدا طالبان ہدایت کے سروں پر ہمیشہ ان کا سایہ رکھے اور فرقہ ناجیہ شیعہ میں اضافہ کرے۔ پس انھوں نے مجھ سے اجازہ طلب کیا کہ سلف صالحین کی پیروی کریں۔ اور حضرات ائمہ طاہرین کے راویوں میں داخل ہوں۔ اور برکتیں حاصل کریں۔ پس میں نے ان جناب کو کہ خدا ہمیشہ ان کی مدد فرمائے اجازت دے دی کہ بعض میری تصانیف اور دیگر علمائے ابرار کی تصانیف اور خصوصاً ان چاروں کتب جو دنیائے علم پر مثل آفتاب روشن ہیں اور مشہور عالم ہیں یعنی کافی و فقیہ و تہذیب و استبصار اور دوسری چار کتب جنکی منزلت مذکورہ کتب کے بعد ہے یعنی وسائل و عوالم و بحار سے روایت کریں جن کی روایات صحیح و جائز ہیں۔ جو اساتذہ در اساتذہ تا اینکہ یہ سلسلہ اصحاب عصمت و طہارت تک پہنچتا ہے۔ خدا کی سلامتی ہو ان سب پر اور ان طریقوں سے نسبتاً وہ طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے جس کی بذریعہ استخارہ مجھے خبر دی ہے عراقیوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور میرے اساتذہ میں سب سے

بحر جناب شیخ محمد حسین کاظمی نجفی نے خدا ان کی روح کو پاکیزہ فرمائے اور محقق مدقق فقیہ نرم دل شیخ لطف اللہ مازندرانی ان دونوں نے اپنے استاد محقق میں شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام سے اور انھوں نے اپنے استاد اجل شیخ جعفر نجفی اور انھوں نے اپنے استاد عالم ربانی جناب سید مہدی طباطبائی ملقب بہ بحرالعلوم سے اور انھوں نے اپنے استاد اور میرے جد ثالث علامہ دوراں سید حسن موسوی خوانساری سے اور انھوں نے اپنے والد محقق زماں سید ابوالقاسم جعفر موسوی جرفادقانی سے جو میرے جد رابع ہیں اور انھوں نے ہمارے بزرگوار محدث مجلسی صاحب بحارالانوار سے اور انھوں نے ہمارے بزرگوار حر عاملی جو صاحب وسائل ہیں اور جو طریق ان دونوں بزرگوں نے اپنی تصانیف میں بہ تفصیل بیان فرمائے ہیں اور کتب اربعہ تک پہنچائے ہیں تمام کتب وتصانیف واصول تک جن کا سلسلہ عصمت مآب آل رسول پر ختم ہوتا ہے۔ میں نے ان سے وہی شرط روا رکھی جو میرے اساتذہ نے مجھ سے روا رکھی کہ پرہیزگاری اور احتیاط پر کاربند رہیں اس لئے وہی راہ نجات ہے۔ جس پر چلنے والا صراط مستقیم سے منحرف نہیں ہوتا۔ میں ان سے مقامات دعا میں دعا کی التماس کرتا ہوں جس طرح کہ میں ان کو مشاہدۂ مشرفہ میں نہیں بھولتا۔ اس اجازہ کو اس بندہ فانی نے اپنے داہنے ہاتھ سے لکھا جو پروردگار کی رحمت کا محتاج ہے۔

میں ابوتراب بن ابی القاسم بن مہدی بن حسن بن حسین موسوی خوانساری وارد حال نجف اشرف حرم امیرالمومنین علی بن ابی طالب ہوں۔ خدا کا سلام ہو آنحضرت پر، بروز جمعہ ۱۴ر جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

(ترجمہ) سید محمد علی درانی جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے بار بار آنے والی تاریکیوں سے مطلع صاف کیا اور زمانہ کی لغزشوں کو معاف فرمایا۔ اور آسمان علم کو اس کے آفتاب و ماہتاب سے منور فرمایا۔ اور درود و سلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ پر جو سلسلہ نبوت کے برگزیدہ اور مختار کل رسول ہیں جو شرف اعلیٰ اور اصل اصول اسلام ہیں اور ان کی معصوم و طاہر اولاد پر جنھوں نے بقائے ملت ابراہیم و ترقی دین میں اپنی جانیں نثار کیں۔

بعد حمد و صلوٰۃ بے مخفی نہ رہے کہ عالم باعمل اور فاضل کامل جو حق کو باطل سے جدا کرنے والے ہیں اور شرف و بزرگی کی نعمات سے مالا مال ہیں جو طبع سلیم اور مزاج مستقیم رکھنے والے فراست نظر اور جواد و کرم و فہم ہیں بحمد للہ یہ علوم شرعیہ کی باریکیاں سمجھنے والے اور مسائل دینیہ کی گتھی سلجھانے والے پرہیز گار پاک اور صاف ذکی معتمد بندہ صالح و عادل سید یوسف حسین جو اک ستون دین مذہب شیعہ کی جائے پناہ حامل علوم و فیوض خداوندی سید مرتضیٰ حسین امروہوی کے فرزند سعید ہیں۔ خدا ایسے علماء کے درجات میں اضافہ فرمائے جو تحصیل علم دین کی لگن میں وطن کی محبت اور اعزاء کی رفاقت کو بالائے طاق رکھ کر سفر کی صعوبتوں اور اغراء کا فراق گوارہ کرتے ہیں۔ ایسے ہی شائقین علم میں سے موصوف بھی ہیں جو شتر غربت کے کوہان پر بیٹھے اور مسافرت پسندی فرمائی اور باب مدینہ علم رسول میں یعنی حضرت امیر المومنین کے زیر سایہ نجف اشرف میں قیام کیا۔ اور زیر سایۂ امیر المومنین بابرکت اور جید علمائے دین سے درس حاصل کیا اور مجھ ضعیف کی علمی بحثوں میں شریک درس رہے اور تحصیل علم میں بھر پور جد و جہد کی حتی کہ اب یہ منزل اجتہاد پر پہنچے اور اپنے ہم سنوں اور ہم عصروں سے بازی لے گئے۔ حتیٰ کہ راجع سے مرجع ہوئے فقہ علم اصول مسائل ضروریہ اور علوم نظریہ کے رموز سے واقف ہو گئے میں ان کو وصیت کرتا ہوں کہ اب اپنی عمر تبلیغ دین و مذہب میں صرف کریں اور اپنی قوت علمیہ اور قوت نظریہ کو حد کامل تک پہنچائیں اور راہ احتیاط اور صراط مستقیم پر قائم رہیں میں امید کرتا ہوں کہ وہ میری زندگی اور میری وفات کے بعد بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے تحریر کیا اس اجازہ کو بندہ عاصی فتح اللہ غروی نجفی شیرازی اصفہانی المشتہر شیخ الشریعہ (خدا ان کے گناہوں کو معاف کرے) جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ

(ترجمہ) سید محمد علی درانی جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

حضرت آیۃ اللہ محمد کاظم طباطبائی

۷۸۶ بسم الله الرحمن الرحیم

لله جل مجده اجازة الحمد والثناء وعن جوده وکرمه لکل شیٔ روایة الآلاء والنعماء واصح متون الصلوات واعلی اسانید التحیات علی اشرف الانبیاء واکرم الامناء خلاصة صحیفة التکوین ووجیزه صحیفة التدوین محمد خاتم النبیین وعلی آله مشایخ سلاسل العصمة وینابیع معادن الحکمة وبعد فان السید السند والفاضل المعتمد صفوة الازکیاء العظام واسوة الافاضل الکرام نور حدقة الشرف والسیادة ونور حدیقة الفضل والسعادة السید یوسف حسین سلمه الله تعالی نجل جناب المستطاب ملاذ الانام الفاضل القمقام السید مرتضی حسین دام تاییده الامرهو هاجر عن بلده الی النجف لتحصیل العلوم الدینیه وتشیید مبانی القواعد الشرعیة وتنقیح ضوابط الاحکام وتحریر مدارک الحلال والحرام فصرف شطرا من عمره فی توضیح معضلاتها وحل مشکلاتها فبلغ من المراتب العالیه ما بلغ ونال وفاق الاقران والامثال ثم انه دام تاییده اراد ادراج نفسه فی سلک رواة الاخبار ونقلة الآثار فاستجازنی فاجزته ان یروی عنی کلما صحت لی روایته عن مشایخی الکرام من الاخبار والادعیة والاذکار سیما الکتب الاربعة المعروفة الکافی والفقیه والتهذیب والاستبصار بالاسانید المتصلة الی الائمة الاطهار علیهم السلام واذنت له دام تاییده ان یتصدی للامور الحسبیة الموقوف جوازه ونفوذه علی اذن الفقیه بشرط مراقبة التقوی والاحتیاط واسئل الله جل شانه ان یوفقه لترویج الشریعه ویجعله من اعلام الشریعة انه ولی التوفیق الاحقر محمد کاظم الطباطبائی

تمام تعریفیں اسی خدا کو زیب دیتی ہیں جس کی شان خلاقی اس کے جود و سخا کی مظہر ہے اور نہایت مود بانہ درود وسلام اس ذات ستودہ صفت پر جو تمام انبیاء میں اشرف و اعلیٰ اور خاتم النبین ہے اور سبب تخلیق کون و مکان یعنی باعث ایجاد خلق ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰؐ اور ان کی بلا فصل باعصمت اولاد طاہرہ پر جو معدن علم و حکمت ہے۔

امابعد واضح ہو کہ سید بزرگ نسبت اعلیٰ شرف فاضل معتمد پاک طینت وصاف باطن فاضلان علم کے مسند نشین خدا ان کے شرف و فضل و کرم و علم میں اضافہ فرمائے سید یوسف حسین سلمہ اللہ تعالیٰ ابن جناب مستطاب ملاذ الانام الفاضل القمقام سید مرتضیٰ حسین امروہوی خدا ان کا ہمیشہ معین رہے نے تحصیل علم دین کے شوق میں دور دراز کا سفر اختیار کیا۔ خدا ان کے سایہ کو طالبان حق کے سر پر قائم رکھے اور علوم دینیہ اور قواعد وضوابط علوم شرعیہ کے حصول کے شوق میں نجف اشرف پہنچے جہاں انھوں نے علم کی باریکیوں اور حلال وحرام کی گہرائیوں کو قابو میں کرلیا اور ہر مشکل مسئلہ کے حل کرنے کی علمی صلاحیت اور رموز و نکات شریعہ سے واقفیت کی سعادت حاصل کرلی اور علوم کے منصب بلند پر فائز ہوئے۔ پس انھوں نے مجھ سے اجازہ طلب کیا کہ راہ علم میں سلف صالحین کی پیروی کریں۔ اور ائمہ اطہارؑ کے راویوں میں شمار ہو کر برکت علم حاصل کریں۔ میں نے ان کو اجازت دی کہ بزرگان سلف اور علماء اعلام کی علمی تصانیف اور خصوصاً وہ کتب اربعہ جو مثل آفتاب شہرۂ آفاق ہیں یعنی کافی وفقیہ و تہذیب و استبصار جن کا سلسلہ اسناد ائمہ اطہارؑ سے وابستہ ہے سے اپنے دلائل میں استفادہ کریں۔ میری دعا ہے کہ ایں جناب اپنی تمام عمر تبلیغ دین و ترویج علم میں صرف کریں اور اپنے علم سے دوسروں کو فیض بخشیں اور راہِ احتیاط وتقویٰ پر گامزن رہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ خدا انہیں ان کے علمی مقاصد میں خاطر خواہ کامیابیاں عطا فرمائے۔ اور یہ علوم دینیہ وشریعہ سے تبلیغ مذہب شیعہ حسب توفیق انجام دیتے رہیں

محمد کاظم الطباطبائی ۱۳۳۲ھ

باب دوم

آثار علمی کا جائزہ

تقریظ

جناب سرکار شریعتمدار، بحر العلوم مولانا السید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر امروھوی ثم النجفی

بر ترجمہ قرآن

مولانا مقبول احمد صاحب دھلوی

بسم الله الرحمن الرحيم

مبسلا ومحمد لا ومصلياً و مسلّماً

و بعد فقد تصفحت هذا التفسير و سرحت طرفی فی ذاک التحرير فوجدت ترتيبه انيقا و تهذيبه رشيقاً و تحقيقاته دقيقه و تدقيقاته عميقه فهو لب التفاسير و محضها ؎

و فی كل لفظ منه روض من الهدی – وفی كل سطر منه عقد من الدر

كيف لا و مؤلفه وحيد عصره و قريع دهره و جامع اشتات الفنون والعلوم و محرز قصب السبق فی المنطوق و المفهوم مؤيد الشريعة المحمديه و مشيد اركان الطريقة العلوية من الله المؤيد جناب الامجد الممجد المولوی مقبول احمد جعل الله ايامه مقرونة بالسرور و ادام فلک سعده بالاقبال يدور.[1]

نمقه

السيد يوسف حسين النجفی الامروهوی

---

[1] ترجمہ قرآن۔ مولانا مقبول احمد دہلوی

قل لئن اجتمعت الانس والجن على ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یاتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا

ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین

تفسیر یوسفی

پارۂ عمّ یتساءلون

مصنفہ

جناب مستطاب حجۃ الاسلام عزیز العلماء سرکار شریعتمدار مولانا

مولوی سید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر نجفی امروہوی دام ظلہم العالی

احسن المطابع میرٹھ میں طبع ہوئی

تفسیر قرآن

لغت میں تفسیر کے معنی ''کشف الحجاب'' کے ہیں اور اصطلاح میں قرآن کے الفاظ کی تشریح وتوضیح کا نام تفسیر ہے۔ تفسیر کا سلسلہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہوا آپؐ اصحاب کے سامنے قرآن کی آیات بیان فرماتے اور اسکی وضاحت کرتے تھے اسکے بعد حضرت علی علیہ السلام دیگر ائمہ علیہم السلام اور صحابہ کرام نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔

یہاں تک کہ لاکھوں تفسیریں، ترجمے دنیا کے مختلف زبانوں میں منظر عام پر آچکے ہیں علماء ومفکرین نے اپنے ذوق طبع کے مطابق تفسیریں لکھیں جس علم میں ان کو عبور تھا اسی علم کے تناظر میں آیات قرآنی کی تشریح کی جسکے سبب تفسیروں کی قسمیں متعین کی گئیں۔ جیسے تفسیر روائی، تفسیر کلامی، تفسیر فلسفی، تفسیر لغوی، تفسیر عرفانی وغیرہ۔

لہذا جس تفسیر میں جس علم کا رنگ غالب رہا اسے اسی علم سے منسوب کر دیا گیا۔ مگر کچھ تفسیریں ہمہ گیر ہیں۔ چونکہ ان کے لکھنے والے مختلف علوم میں مہارت رکھتے تھے اسلئے ان ہی تفسیروں میں سے ''تفسیر یوسفی'' ہے۔ جو سرکار آیت اللہ یوسف حسین نجفی طاب ثراہ کی علمی یادگار ہے۔ ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں منصبیہ عربی کالج سے شائع ہوئی۔ یہ تفسیر پارہ عمّ یتسائلون کی تحقیقی اور منفرد اسلوب کی تفسیر ہے جسمیں اولاً آیات کی خصوصیات پھر تحقیقِ لغوی، صرفی وترکیب نحوی کے علاوہ قرآت

کا اختلاف، شان نزول اور آیات سے ماخوذ نکات پیش کئے گئے ہیں۔ مطالب پر علم کلام کا رنگ غالب ہے۔ اگر یہ تفسیر مکمل ہوگئی ہوتی تو دنیائے تفسیر میں زبردست علمی اضافہ ہوتا مگر آپکی حیات نے ساتھ نہیں دیا اور یہ کام نامکمل رہ گیا۔

آپ نے تفسیر کا آغاز تیسویں پارہ سے کیوں کیا اسکی وجہ آپ خود تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ اس پارہ میں پانچ سورتوں کے علاوہ باقی تمام سورتیں مکی ہیں جنکا نزول سورہ بقرہ سے جو مدنی ہے یقیناً پہلے ہوا ہے لہذا ہم نے بھی اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اول اس پارہ کی تفسیر کی ہے۔ علاوہ بریں اس پارہ میں سورۂ اقراء بھی داخل ہے جسکے متعلق اکثر مفسرین اس امر کے قائل ہیں کہ یہی پہلی وہ سورۃ ہے جو جناب رسول مقبولؐ پر نازل ہوئی ہے۔ افسوس ہے کہ جمع قرآن کے وقت ان امور کی طرف اصلاً توجہ نہیں دی گئی نیز اس پارہ کے بلحاظ تعلیم مقدم ہونے کی وجہ سے بھی اول اسی پارہ کی تشریح کو مقدم کیا گیا۔ انشاء اللہ المستعان اس پارہ کی تفسیر تمام ہو جانے کے بعد پارۂ الم کی تفسیر ہدیۂ ناظرین کی جائیگی۔''

تفسیر کی افادیت کے پیش نظر چند آیات کی تفسیر تحریر کی جا رہی ہے تاکہ قارئین کو اسلوب تفسیر کا اندازہ ہوسکے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۲﴾ الَّذِىۡ هُمۡ فِيۡهِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾

ترجمہ:-(شروع) اللہ کے نام سے جو رحم کرنے والا مہربان ہے

یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے بارے میں سوال کررہے ہیں، کیا اُس مہتمم بالشان خبر کا جس میں وہ مختلف رائیں رکھتے ہیں خیر عنقریب وہ جان لینگے پھر (ہم مکرر کہتے ہیں) خیر وہ عنقریب جان لینگے۔

تفسیر پارہ عمّ یتسائلون

سورۂ نبا

اسماء و تعداد آیات

اس سورہ کو سورۂ عم اور سورۂ تسائل اور سورۂ معصرات بھی کہتے ہیں۔ مکیین اور بصریین کے نزدیک اس میں چالیس آیتیں ہیں اور باقی کے نزدیک اکتالیس محل خلاف آیۂ عـذاباً قریباً ہے۔ اور چونکہ ہمارے نزدیک بسم اللہ سوائے سورۂ برأت کے ہر سورہ کا جز ہے یعنی ہر سورہ کی آیت ہے لہذا ہم اس طرح کہیں گے کہ اس سورہ میں اکتالیس یا بیالیس آیتیں ہیں۔ علاوہ بسم اللہ کے ۸۰۱ حروف ہیں۔ اور ۲ رکوع ہیں۔

خواص

ابی بن کعب نے جناب رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ جو شخص اس سورہ کو

پڑھے تو حق تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ قیامت میں اُس کو شراب سرد وخوشگوار پلائے گا۔
اور جناب امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص اس سورہ کو ہر روز پڑھے تو وہ اُس سال حج بیت اللہ سے مشرف ہوگا۔

تحقیق لغوی وصرفی

عَمَّ اصل میں عن ما تھا۔ ماء استفہامیہ اور غیر استفہامیہ میں فرق کرنے اور نیز اُس کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے بغرض تخفیف الف کو حذف کر دیا گیا جیسے لِمَ اور عَلامَ اور حَتّامَ اور فیم وغیرہ میں۔ اور نون کو میم سے اس وجہ سے بدلا کہ یہ دونوں حرف غنہ ہونے میں شریک اور مماثل ہیں لہذا نون کو میم سے بدلکر ادغام کر دیا۔ لفظ ما گرچہ اشیا کی حقیقت و ماہیت سے سوال کرنے کے لئے وضع ہوا ہے جیسے ما الروحُ اور ما الجنُ اور ما الانس یعنی ان کی حقیقت و ماہیت کیا ہے لیکن کبھی اُس کا استعمال صفت اور حالت سے سوال کرنے میں بھی ہو جاتا ہے چنانچہ جب ما زیدٌ بولا جاتا ہے تو اس سے یہی مقصود ہوتا ہے کہ زید کس صفت سے متصف ہے اور کس حالت میں ہے اسی وجہ سے اس کے جواب میں عالم یا جاھل وغیرہ واقع ہوگا۔ تساؤل چونکہ باب تفاعل سے ہے جس کا خاصہ مشارکت ہے لہذا اس کے معنی آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرنے اور پوچھنے کے ہیں۔ نبا خبر عظیم الشان کو کہتے ہیں اور اسی سے لفظ نبی (بمعنی مخبر) مشتق ہوا ہے۔ کلّا زجر وتوبیخ یعنی کسی کو جھڑکنے کے وقت استعمال ہوتا ہے اور کبھی بمعنی حقا مستعمل ہوتا ہے۔

کے متعلق سوال کرتے تھے بعض کفار مطلق قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے (ان هی الاحیا تنا الدنیا) اور بعضے از راہِ تعجب واستہزا ایک دوسرے سے (کیف یحیی العظام و هی رمیم) کہا کرتے تھے۔ اور بعض کفار قیامت کے تو معتقد تھے لیکن بتوں کو اپنا شفیع خیال کرتے تھے اور (هؤلاء شفعنا عند الله) کے قائل تھے اور بعض کفار فقط معاد روحانی کے قائل تھے اور معاد جسمانی کے منکر۔ بعض کہتے تھے کہ جس شخص کی جو حالت یہاں ہے وہی حالت وہاں ہوگی۔ اگر یہاں فقیر ہے تو وہاں بھی فقیر ہوگا اور اگر یہاں تونگر ہے تو وہاں بھی تونگر ہوگا۔ بعض کہتے تھے کہ قیامت تو ہوگی لیکن بہشت و دوزخ کوئی چیز نہیں۔ بعض کہتے تھے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا بطریق تناسخ (آواگون) ہوگا یعنی مرنے کے بعد روح کا دوسرے جسم مین منتقل ہو جانا یہی قیامت ہے لہذا خداوند عالم اس سورہ میں ان کے خیالات واہیہ کی تردید فرماتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ نباء عظیم سے قرآن مراد ہے اس لئے کہ کفار اُس کے بارے میں بھی مختلف الخیال تھے بعض اس کو سحر کہتے تھے اور بعض شعروشاعری اور بعض گذشتہ جہلا کے قصے کہانیاں (ان هی الا اساطیر الاولین)اور بعض محمدؐ کی من گھڑت باتیں۔ لہذا خداوندعالم نے اُن کی تردید کی غرض سے اس سورہ کو نازل فرمایا۔ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ اس سے رسول خداؐ کی نبوت مراد ہے اس لئے کہ جب رسول مقبولؐ نبوت پر فائز ہوئے تو بعض کفار آنجناب کو ساحر کہتے تھے بعض شاعر بتاتے تھے اور بعض مجنون لہذا خداوند عالم اس سورہ میں ان کی تردید فرماتا ہے۔ اور ابو حافظ نعیم اصفہانی نے جو اکابر علمائے اہل

کے متعلق سوال کرتے تھے بعض کفار مطلق قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے (ان هی الا حیاتنا الدنیا) اور بعضے از راہِ تعجب واستہزا ایک دوسرے سے (کیف یحیی العظام و هی رمیم) کہا کرتے تھے۔ اور بعض کفار قیامت کے تو معتقد تھے لیکن بتوں کو اپنا شفیع خیال کرتے تھے اور (هؤلاء شفعنا عند الله) کے قائل تھے اور بعض کفار فقط معاد روحانی کے قائل تھے اور معاد جسمانی کے منکر۔ بعض کہتے تھے کہ جس شخص کی جو حالت یہاں ہے وہی حالت وہاں ہوگی۔ اگر یہاں فقیر ہے تو وہاں بھی فقیر ہوگا اور اگر یہاں تونگر ہے تو وہاں بھی تونگر ہوگا۔ بعض کہتے تھے کہ قیامت تو ہوگی لیکن بہشت و دوزخ کوئی چیز نہیں۔ بعض کہتے تھے کہ مر کر دوبارہ زندہ ہونا بطریق تناسخ (آواگون) ہوگا یعنی مرنے کے بعد روح کا دوسرے جسم مین منتقل ہو جانا یہی قیامت ہے لہذا خداوند عالم اس سورہ میں ان کے خیالات واہیہ کی تردید فرماتا ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ نباء عظیم سے قرآن مراد ہے اس لئے کہ کفار اُس کے بارے میں بھی مختلف الخیال تھے بعض اس کو سحر کہتے تھے اور بعض شعر وشاعری اور بعض گذشتہ جہلا کے قصے کہانیاں (ان هی الا اساطیر الاولین) اور بعض محمدؐ کی من گھڑت باتیں۔ لہذا خداوند عالم نے اُن کی تردید کی غرض سے اس سورہ کو نازل فرمایا۔ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ اس سے رسول خداؐ کی نبوت مراد ہے اس لئے کہ جب رسول مقبولؐ نبوت پر فائز ہوئے تو بعض کفار آنجناب کو ساحر کہتے تھے بعض شاعر بتاتے تھے اور بعض مجنون لہذا خداوند عالم اس سورہ میں ان کی تردید فرماتا ہے۔ اور ابو حافظ نعیم اصفہانی نے جو اکابر علمائے اہل

سنت سے ہیں سدی سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ نباء عظیم سے مراد ولایت علی بن ابی طالبؑ ہے جس کی بابت تمام اہل قبور سے سوال کیا جائے گا اور کوئی میت خواہ وہ شرق میں ہو یا غرب میں خشکی میں ہو یا تری میں ایسی نہیں کہ جس سے منکر ونکیر ولایت علی بن ابی طالبؑ کا سوال نہ کریں جس طرح کہ ہر میت سے پروردگار عالم اور پیغمبر کے متعلق سوال کریں گے **فطوبی للمصدق بولایة والویل للمکذب بولایته** ۔اور عبداللہ بن معمّر سے مروی ہے کہ ابان بن تغلب نے جناب امام محمد باقرؑ سے نباء عظیم کی تفسیر دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ اُس سے علی بن ابی طالبؑ مراد ہیں جن کی شان میں لوگ مختلف الاحوال اور متشتت الاقوال ہیں[1]۔

اور علقمہ سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں لشکر شام سے ایک شخص ہتھیاروں سے مسلح اور قرآن گلے میں حمائل کیے ہوئے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آیا اور بجائے رجز اُس نے سورۂ عم یتسائلون کو پڑھنا شروع کیا میں نے چاہا کہ اُسے سے لڑوں لیکن جناب امیرؑ نے مجھ سے فرمایا کہ **قِفْ مَکَانَکَ** اور خود بنفس نفیس اُسکے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اور فرمایا کہ **أتَعْرِفُ النَّبَاءَ الْعَظِيْمَ** ۔اُس شخص نے جواب دیا کہ نہیں۔اُسوقت فرمایا کہ **وَاللّٰهِ اَنَا النَّبَأُ الَّذِیْ فِیْهِ اختلفتم و علی خلافتی تَنَازَعْتُم وَ عَنْ**

---

۱ اور خود جناب امیرؑ فرمایا کرتے تھے کہ خداوند عالم کیلئے کوئی آیت مجھ سے بزرگتر اور کوئی خبر مجھ سے اعظم نہیں۔

ولایتی رَجَعتُم بَعدَ مَا قبلتم و ببغیکُمْ هَلَکتم بَعدَ مَا بِسَیفِی عَن الکفر نَجَوتُمْ و یَوم غدیر قد علمتم ۔ پھر آپ نے اس کے ایسی کاری تلوار لگائی کہ سر تن سے جدا ہو کر دور جا پڑا۔ اور اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں حضرت امیرؑ کے ہمراہ تھا ایک شخص لشکر مخالف سے یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا حضرت اُسکے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں تشریف لائے اور فرمایا آ تعْرِفُ الْنبَاءَ الْعَظِیْمَ ۔ کہا کہ نہیں حضرت نے فرمایا کہ وَاللّٰهِ اَنَا النَبأُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۔ یعنی خدا کی قسم میں ہی وہ نباء عظیم ہوں جس میں لوگ مختلف ہیں کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون ۔ یعنی جس وقت میں جنت و دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوں گا اور کہوں گا کہ اے جہنم یہ تیرے لئے ہے اور یہ میرے لئے ہے اُس وقت سب حقیقت معلوم ہو جائے گی ۔ اور عیون الاخبار میں جناب امام حسینؑ سے مروی ہے کہ جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا یا علی تم ہی حجت اللہ ہو اور تم ہی باب اللہ ہو اور تم ہی طریق الی اللہ ہو اور تم ہی نباء عظیم ہو اور تم ہی صراط مستقیم ہو اور تم ہی مَثَلِ اَعْلیٰ ہو۔ اور عمرو بن عاص نے باوجود اُس بغض و عداوت کے جو جناب امیرؑ سے رکھتا تھا یہ شعر کہا ہے ۔

هو النباء العظیم و فلک نوح و باب الله و انقطع الخطاب

تحقیق مفسر:

آخری شان نزول کی تائید اس سورہ کی اخیر آیت (و یقول الکافر یٰلیتنی کنت ترابا) سے بھی ہوتی ہے اس لئے کہ تفسیر اہل بیتؑ میں اس

آیت کی تفسیر اس طرح وارد ہوئی ہے کہ وہ لوگ جو الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا سے واقف ہونے کے بعد نعمت ولایت کا انکار کر کے یعرفون نعمت اللہ ثم ینکرونھا کا مصداق بن گئے قیامت کے دن کہیں گے کہ کاش ہم تراب ہوتے۔ یعنی جناب ابوتراب کی فرزندی میں داخل ہوتے پس اس شانِ نزول کی بنا پر سورہ کے مطلع و مقطع میں کمال مناسبت حاصل ہے۔ لیکن اس شانِ نزول کی تشید سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ نباء عظیم سے قیامت وغیرہ مراد نہیں ہے۔ نہیں یہ مقصود ہرگز نہیں بلکہ نباء عظیم سے تمام امور متذکرہ بالا مراد ہو سکتے ہیں اس لئے کہ حدیث نبوی ہے کہ ان للقرآن ظھر او بطنا و لبطنه بطنا الی سبعة ابطن بلکہ بعض روایات میں الی سبعین بطنا بھی وارد ہوا ہے۔ یعنی ہر ہر آیت سے سات سات معنی بلکہ ستر ستر معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پس ان احادیث کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ اس سے فقط جناب امیرؑ ہی مراد ہیں کیونکر ممکن ہے۔ لہذا یہ تائید و تشید اُن مفسرین کے لئے ہے جنہوں نے کسی مصلحت سے اس تفسیر کو نظر انداز کر دیا ہے۔ نیز اس کے بعد ذکر ارض بھی اسی امر کا مؤید ہے کہ نباء عظیم سے جناب ابوترابؑ ہی مراد ہیں۔

نکات:

ھم فیہ مختلفون میں فیہ کو مہتمم بالشان ہونے اور رعایت فواصل و آیات یعنی سجع کی غرض سے مقدم کیا گیا۔ اور اس جملہ کو اسمیہ قرار دینے کی وجہ یہ

ہے کہ وہ دوام وثبات پر دلالت کرے لہذا الجملۂ اسمیہ ہونے کے باعث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس اختلاف میں ثابت وراسخ ہیں۔اور کلّا کی تکرار زجر وتوبیخ کی تاکید اور تشدید کے لئے ہے اور ثم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دوسرا وعید پہلے وعید سے سخت ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلّا میں تکرار نہو اور اس کی یہ صورت ہے کہ پہلی آیت کفار ومنافقین کے بارہ میں ہو اور دوسری مومنین یعنی کفار ومنافقین عنقریب اپنی تکذیب کے انجام بد کو جانیں گے اور مومنین اپنی تصدیق کے نیک انجام کو۔لیکن اس صورت میں لفظ کلّا بمعنی حقا ہوگا اس لئے کہ زجر وتوبیخ وتہدید وتخویف کفار کو لائق ہے نہ مومنین کو۔اور آخری شان نزول کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ عنقریب نزع (جان کنی) کے وقت اُس چیز کی حقیقت جس میں وہ اختلاف کرتے تھے جان لیں گے اور پھر اس کے بعد زمانۂ رجعت اور قیامت کے روز جانیں گے۔

اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّ الۡجِبَالَ اَوۡتَادًا ﴿٧﴾ وَّ خَلَقۡنٰكُمۡ اَزۡوَاجًا ﴿٨﴾ وَّ جَعَلۡنَا نَوۡمَكُمۡ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَجَعَلۡنَا الَّيۡلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّ جَعَلۡنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾

(لوگو) کیا زمین کو تمہارا فرش اور پہاڑوں کو (زمین کی) میخیں نہیں بنایا اور (علاوہ بریں) ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا اور ہم نے تمہاری نیند کو (سبب) راحت قرار دیا اور ہم نے رات کو پوشاک بنایا اور دن کو روزی حاصل کرنے کا وقت قرار دیا۔

تحقیق لغوی وصرفی

جعلنا: جعل کی دو قسمیں ہیں اول جعل بسیط جس کے معنی کسی شے کو کتم (پردہ) عدم سے عالم وجود میں لانے کے ہیں۔ یہ جعل فقط ایک مفعول پر تمام ہو جاتا ہے۔ دوسرے جعل مرکب جس کے معنی کسی شے کو دوسری شے سے متصف کر دینے کے ہیں۔ یہ جعل دوسرے مفعول کو بھی چاہتا ہے اور ایک مفعول سے ناتمام رہتا ہے۔ ان آیات میں دونوں قسم کے جعل مراد ہو سکتے ہیں مگر صورتِ اولٰی میں بمعنی ایجاد (کسی شے کو پیدا کرنا) ہوگا اور صورت ثانیہ مین بمعنی تصییر (ایک شے کو دوسری شے کر دینا) **مهادا** مہاد یا مصدر ہے جس کے معنی بچھانا ہیں لیکن یہاں اُس سے فرش اور بچھونا مراد ہے۔

اور ارض پر مصدر کا حمل صحیح ہونے کی تین وجہیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ مہاد بمعنی ممہود (بچھائی ہوئی) ہو جیسے خلق بمعنی مخلوق۔ دوسرے یہ کہ ارض پر مہاد کا حمل بطریق مبالغہ ہو جیسے زیدٌ عدلٌ میں۔ تیسرے یہ کہ مہاد کے قبل لفظ ذات مقدر مانا جائے یعنی ذات **مهادِ**۔ یا مهد کی جمع ہے جس کے معنی گہوارہ کے ہیں جس میں چھوٹے بچوں کو جھلایا جاتا ہے اور ارض پر جو مفرد ہے جمع کا حمل اُس کی وسعت اور بزرگی کے لحاظ سے صحیح و درست ہوسکتا ہے گویا کہ ارض بہت سے گہواروں کے قائم مقام ہے۔ اور اگر بجائے مهادا کے۔ مهدا پڑھا جائے جیسا کہ قرأت شاذہ میں وارد ہوا ہے تو اس وقت میں بلا کسی تاویل کے حمل درست ہوگا۔ **اوتاد** وَتَدٌ کی جمع ہے جس کے معنی کیل کے ہیں۔ مسمار اس کا مرادف

ہے مگر اتنا فرق ہے کہ وتد موٹی کیل کو کہتے ہیں اور مسمار باریک کیل کو خلقنا خلق اور جعل میں یہ فرق ہے کہ خلق انشاء تکوینی (ایجاد خارجی) اور انشاء تشریعی (ایجاد احکام) شرعیہ مثل وجوب وحرمت وصحت و بطلان وغیرہ کی دونوں کو شامل ہے۔ نیز یہ بھی فرق ہے کہ خلق کے معنی فقط جعل بسیط ہیں اور جعل جعل بسیط و مرکب دونوں کو شامل ہے۔ **سباتا** لغت میں سبات کے چند معنی ہیں اول کسی چیز کا کھولنا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ **سَبَتَتِ المرئة شعرها** یعنی عورت نے اپنے بال کھول دیئے۔ دوسرے کسی چیز کو قطع کرنا چنانچہ جب کوئی شخص اپنی ناک کاٹ لے تو عرب لوگ کہتے ہیں کہ **فلانٌ سَبتَ اَنفه**۔ اور اسی معنی کے لحاظ سے روز شنبہ کو **یَوْمُ السَّبْت** کہتے ہیں یا تو اس وجہ سے کہ خداوند عالم نے اس عالم کو یکشنبہ کے دن سے بنانا شروع کیا اور شنبہ کے دن بنانے کا کام قطع (ختم) کر دیا اور یا اس وجہ سے کہ یہ دن جناب موسیٰ علی نبینا وآلہ وعلیہ السلام کی شریعت میں ایسا ہی تھا جس طرح جمعہ کا دن ہمارے رسول اکرمؐ کی شریعت میں اور اتوار کا دن حضرت عیسیٰ کی شریعت میں پس چونکہ یہودی لوگ اس دن تمام کاروبار دنیوی قطع کر دیتے تھے اس وجہ سے اس کا نام سَبْت رکھا گیا۔ تیسرے راحت۔ چوتھے موت۔ چنانچہ اسی معنی کے لحاظ سے میت (مردہ) کو مَسْبُوْت کہتے ہیں۔ پانچویں مطلق نیند یا فقط ثقیل نیند چنانچہ جب کوئی مریض سو جاتا ہے تو کہا کرتے ہیں کہ **سَبَتَ الْمَرِیْضُ** یعنی مریض سو گیا۔ ان تمام معانی سے اس آیت میں بلا تکلف فقط دو معنی مراد ہو سکتے ہیں یعنی قطع اور راحت ۔**لباسا**۔ لباس وہ چیز ہے جس کو

انسان پہن کر بدن ڈھکتا ہے۔ چونکہ رات بھی انسان کو اپنی تاریکی مین چھپا لیتی ہے اس لئے رات کو لباس قرار دیا گیا۔ معاشا۔ عاش یعیش کا مصدر ہے یا ظرف زماں۔ مصدر ہونے کی حالت میں فقط وقت اس کے اول مقدر ہوگا یعنی وقت معاش اور ظرف ہونے کی حالت میں کسی لفظ کے مقدر ماننے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور دن کے معاش ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر کاروبار دنیوی دن ہی کو انجام پاتے ہیں نہ رات کو۔

ترکیب نحوی:

الم نجعل الخ میں جو ہمزہ ہے وہ استفہام تقریری کے لئے ہے اس لئے کہ یہاں جناب باری عز اسمہ کا مقصود نفی کی نفی کرنا ہے اور نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے اور **لم نجعل** فعل با فاعل ہے، **ارض جعل** بسیط ہونے کی حالت میں ذوالحال اور جعل مرکب ہونے کی حالت میں مفعول اول ہوگا۔ مہاداً اول کی بنا پر حال اور دوسرے کی بنا پر مفعول ثانی ہوگا۔ **والجبال اوتادا** کا عطف **الارض مھادا** پر ہے لہذا پہلی صورت میں جہاں ذوالحال اور اوتادا حال واقع ہو کر دونوں **لم نجعل** کا مفعول ہونگے اور دوسری صورت میں جبال مفعول اول اوتادا مفعول ثانی ہوگا۔ **و خلقناکم ازواجا** ۔ خلقنا فعل با فاعل ہے اور ضمیر خطاب ذوالحال ازواجا حال ہے ذوالحال حال سے ملکر خلقنا کا مفعول ہوا۔ اخیر کی تینوں آیتوں کا عطف **لم نجعل الارض مھاداً** پر ہے۔ لہذا یہ چھ آیتیں پانچ جملۂ فعلیہ ہیں۔

تفسیر:

ان آیات میں خداوند عالم اپنی قدرت وقوت کا اظہار فرماتا ہے اور اس سے یہ مقصود ہے کہ ہم جب ایسی ایسی مشکل اور دشوار باتوں پر قادر ہیں تو پھر ان امور پر (جن میں تم اختلاف کرتے ہو) ہماری قدرت وقوت سے انکار کرنا بالکل مہمل اور بے معنی بات ہے۔ اب ہم بہ ترتیب آیات اُن امور کا ذکر کرتے ہیں جن سے اُن کی قدرت وقوت کا اظہار ہوتا ہے۔

اول:۔ یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے زمین کو فرش قرار دیا تا کہ وہ تمہاری قرار گاہ بنے۔ یا یہ کہ ہم نے تمہارے لئے زمین کو گھوارہ بنایا تا کہ تم اُسمیں راحت وآرام پاؤ۔

دوسرے:۔ یہ کہ ہم نے پہاڑوں کو زمین کی میخیں قرار دیا تا کہ اُن کے بوجھ اور ثقل کی وجہ سے زمین متزلزل ومتحرک نہ ہو اسلئے کہ اگر متحرک ہوئی تو اُس پر ٹھہرنا اور قیام ناممکن تھا۔ یہ تفسیر قدیم فلاسفہ کے مذہب کے موافق ہے جو سکون ارض کے قائل تھے لیکن جدید فلاسفہ کے مذہب کی بنا پر جو حرکت ارض کے قائل ہیں یہ تفسیر ہوگی کہ ہم نے پہاڑوں کو گھوارۂ زمین کے لئے میخیں قرار دیا تا کہ وہ تمہارے اُس میں جھولنے میں جھکولے نہ کھائے اور مضطرب الحرکت نہ ہو یعنی اپنے حیّز معین سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔ ہم اس امر کو کہ جبال کا اوتاد (میخیں) ہونا کس طرح سے حرکتِ ارض پر دال ہے انشاء اللہ تحقیق مفسر کے عنوان میں ذکر کریں گے۔

تیسرے:۔ یہ کہ ہم نے تم کو نر و مادہ پیدا کیا تا کہ توالد وتناسل کا سلسلہ تم میں جاری ہو یا یہ کہ ہم نے تم کو مختلف صنفوں اور قسموں کا پیدا کیا یعنی کسی کو ہندی کسی کو

محرکی کسی کو حبشی بنایا۔ یا سفید، سیاہ، سرخ، لمبا قد، پستہ قد بنایا جن کی علیحدہ علیحدہ زبانیں اور جدا جدا لہجے ہیں جیسا کہ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا ہے واختلاف السنتکم والوانکم..

چوتھے:۔ یہ کہ ہم نے تمہاری نیند کو حس وحرکت کے منقطع ہو جانے کا باعث قرار دیا تا کہ اس وجہ سے تمہارے قوا آسائش وراحت پائیں اور ان کی کسالت وتھکن دور ہو جائے۔ یا یہ کہ ہم نے تمہاری نیند کو راحت وآرائش قرار دیا۔

پانچویں:۔ یہ کہ ہم نے شب کو تمہارا لباس قرار دیا تا کہ تم میں سے جو شخص مخفی اور پوشیدہ ہونے کا قصد کرے تو وہ لوگوں کی نظروں سے مخفی ہو سکے مثل اس کے کہ کوئی شخص دشمن سے بھاگے یا شب خون کا قصد کرے تا کہ دشمن پر کامیابی پائے۔ یا یہ کہ ہم نے رات کو لباس اور پردہ بنایا تا کہ وہ امور جو پوشیدہ طور سے کرنے کی لائق وسزاوار ہیں رات میں بجالائے جائیں مثلاً زوجہ سے مباشرت کرنا کہ اس کے لئے بہ نسبت دن کے رات کا وقت زیادہ مناسب ہے؛ عبد بن عباس سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ عقد نکاح کا شب میں واقع کرنا بہتر ہے یا دن میں جواب دیا کہ رات میں اسلئے کہ خداوند عالم نے شب کی نسبت لباس فرمایا ہے اور نکاحی مردوں اور عورتوں کو بھی ایک دوسرے کا لباس فرمایا ہے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے (هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ) اور ظاہر ہے کہ لباس کو لباس سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے رات کے متعلق کہا:

اَللَّيْلُ لِلْعَاشِقِيْنَ سِتْرٌ　　　يَا لَيْتَ اَوْقَاتَهَا تَدُوْمُ

چھٹے:۔ یہ کہ ہم نے دن کو معیشت و روزی طلب کرنے کا وقت قرار دیا تا کہ لوگ اُس کی روشنی میں کسب معاش کریں اور تجارت و زراعت وغیرہ میں مصروف رہیں باقی تین امروں کو (یعنی مستحکم سات آسمان یا سبعہٗ سیارہ کا بنانا اور مشعل آفتاب کو روشن کرنا اور بادلوں سے پانی برسانا) جن سے اُس نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے آئندہ ذکر کیا جائے گا۔

تحقیق مفسر:

بعض علمائے محققین نے کہا ہے کہ قول باری تعالیٰ **الم نجعل الارض مھٰدا و الجبال اوتادا** حرکت ارض پر دال ہے اور سکون ارض کی نفی کرتا ہے اور انھوں نے اس کی یہ وجہ ذکر کی ہے کہ لغت میں مھد کے معنی گہوارہ کے ہیں جس میں بچوں کو لٹا کر آہستہ آہستہ حرکت دیتے ہیں اور اس سبب سے وہ اُس میں بہت آرام و آسائش سے سوتے ہیں۔ وجہ شبہ گہوارہ اور زمین میں یہ ہے کہ جس طرح بچے گہوارہ میں نشو و نما پاتے ہیں اور سوتے ہیں اسی طرح زمین کی حالت ہے کہ اُس میں وہ نشو و نما بھی پاتے ہیں اور سوتے بھی ہیں۔ نیز جس طرح گہوارہ باوجود سرعتِ حرکت کے نرم حرکت رکھتا ہے اور اِدھر اُدھر جھکولے نہیں کھاتا بعینہ یہی حالت زمین کی بھی ہے اسلئے کہ وہ بھی اس فضائے وسیع میں باوجود سرعتِ حرکت کے اِدھر اُدھر جھکولے نہیں کھاتی اور مضطرب الحرکت نہیں ہوتی جس سے اُسکے ساکنین کے آرام میں خلل پڑے اور قول باری تعالیٰ **جعل الارض قرارا** سے یہ مراد ہے کہ خدا نے مخلوقات کے لئے اُس کو جائے سکون قرار بنایا نہ

یہ کہ زمین بھی فی نفسہ ساکن ہے اسی طرح **جعل لکم الارض فراشا** اور **جعل لکم الارض مھدا** بھی (جبکہ مہاد سے فرش مراد ہو) سکون ارض پر دال نہیں اس لئے کہ حرکت فراشیت کے منافی نہیں غور کیجئے کہ وہ بچھونا جو جھولے میں بچھایا جاتا ہے جھولے کے ہلنے کے وقت بھی بچھونا ہی رہتا ہے نہ یہ کہ وہ اُس وقت بچھونا ہونے سے خارج ہو جائے۔ اب رہا یہ امر کہ پہاڑوں کا میخ قرار دینا حرکت ارض کے منافی ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ میخ کی دو قسمیں ہیں داخلی اور خارجی۔ خارجی میخ کا یہ فائدہ ہے کہ جس چیز کے لئے وہ گاڑی جائے وہ اپنے مقام سے حرکت نہ کر سکے مثل اُس میخ کے جو جانوروں کے باندھنے کے لئے گاڑی جاتی ہے۔ (چونکہ یہ میخ خود جانور کے جسم میں نہیں گاڑی جاتی اس وجہ سے یہ خارجی میخ کہلاتی ہے) اور داخلی میخ کا یہ فائدہ ہے کہ جس میں اسے گاڑا ہے اس کے اجزا باہمدیگر مرتبط ہو جائیں اور منتشر و متفرق نہ ہوں مثل ان کیلوں کے جو تخت کواڑ، کشتی وغیرہ میں گاڑی جاتی ہیں (اس قسم کی میخ چونکہ اُس جسم کے اندر گاڑی جاتی ہے اسلئے اُسکو داخلی میخ کہتے ہیں) جب یہ امر معلوم ہو چکا تو اب غور کرنا چاہئیے کہ زمین میں جو پہاڑوں کی میخیں نصب ہیں وہ داخلی ہیں یا خارجی ہر عاقل ان پہاڑوں کو دیکھ کر یہی حکم کرے گا کہ یہ داخلی میخیں ہیں نہ خارجی میخیں زمین میں اس وجہ سے گاڑی گئی ہیں کہ اجزائے زمین میں باہمدیگر تفرق اور انفصال نہ ہونے پائے اور اُس کی کروی صورت محفوظ رہے نہ اس لئے گاڑی گئی ہیں کہ زمین کو حرکت سے باز رکھیں کیونکہ اگر یہ مقصود ہوتا تو یہ میخیں کسی اور شے

میں گاڑی جاتیں اور زمین اُن میں باندھی جاتی لہذا اس قول باری تعالیٰ سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین متحرک ہے نہ ساکن۔ ہم انشاء اللہ ہر مذہب کو معہ اُس کے ادلہ کے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ذکر کریں گے یہاں صرف اسی پر اکتفا کی جاتی ہے البتہ یہاں اس قدر کہہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے سکون ارض چونکہ ضروریات ایمان و اسلام سے نہیں ہے لہذا اگر کسی شخص کو ادلۂ اور براہین قاطعہ سے تحرک ارض ثابت ہو جائے اور وہ اس کلام باری تعالیٰ کو تحرک ارض پر محمول کرے تو وہ دارۂ اسلام یا ایمان سے خارج نہ ہوگا اور اُس کی تکفیر یا تفسیق بالکل بیجا ہے۔

وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعاً شِدَاداً ﴿۱۲﴾ وَ جَعَلْنَا سِرَاجاً وَّهَاجاً ﴿۱۳﴾ وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَآءً ثَجَّاجاً ﴿۱۴﴾ لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتاً ﴿۱۵﴾ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافاً ﴿۱۶﴾

اور ہم نے تمہارے اوپر مضبوط سات (آسمان) بنائے اور ہم نے آفتاب کو بہت روشن چراغ بنایا اور ہم نے بادلوں سے بہت زور کا پانی برسایا تا کہ ہم اُسکے ذریعہ سے غلہ اور گھاس اور گھنے گھنے باغ (زمین سے) نکالیں۔

تحقیق لغوی:

شداد وشیدیدہ کی جمع ہے بمعنی مستحکم و مضبوط۔ جعلنا یہ جعل جعل بسیط ہے بمعنی خلق نہ جعل مؤلف اس لئے کہ جعل مؤلف کا مفعول اول معرفہ ہوا کرتا ہے۔ وھّاج و ھیجٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور وھیجٌ کے معنی میں اہل لغت مختلف ہیں بعض کے نزدیک اسکے معنی کسی چیز کے روشن اور گرم ہونے کے ہیں

اور بعض کے نزدیک فقط روشن ہونے کے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ فقط گرم ہونے کے معنی ہیں۔ چونکہ آفتاب میں یہ دونوں وصف بوجہ اتم موجود ہیں۔ اس وجہ سے سراج وہاج سے مراد آفتاب ہے۔ معصرات : کے بارہ میں مفسرین کے دو قول ہیں قول اول یہ ہے کہ اُس سے وہ ہوائیں مراد ہیں جو بادلوں کو برانگیختہ کرتی اور نچوڑتی ہیں چنانچہ ایک دوسرے مقام میں ہے۔ اللہ الذی ارسل الرّیاح فتثیر سحابا : اور اس وقت میں کلمۂ من بائے سببیہ کے معنی میں ہوگا۔ یا یہ کہ ہوائیں چونکہ ابر کا سبب ہیں اور ابر بارش ہے لہذا اس اعتبار سے بارش کا ہواؤں سے ہونا صحیح ہوا۔ اور اس وقت میں لفظ من اپنے اصلی معنوں میں مستعمل ہوگا۔ اور قرأت شاذہ کی بنا پر کوئی اشکال ہی نہیں۔ دوسرا قول معصرات کے بارہ میں یہ ہے کہ اُس سے وہ ابر مراد ہیں جو عنقریب بارش کو نچوڑنے والے ہیں یہاں باب افعال کے خواص میں سے خاصۂ معونت پایا جاتا ہے۔ ثجّاج ثجّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی کسی چیز کے شدت سے بہنے اور بہانے کے ہیں۔ حدیث نبوی میں وارد ہے افضل الحج العج والثج یعنی احرام کی حالت میں لبیک اللھم لبیک الخ باآواز بلند کہنا اور قربانیوں کا خون بہانا بہترین حج ہے۔ یہاں ثجاج ثج لازم سے مشتق ہے۔ حبًا حب وہ چیز ہے جو خوشوں اور شگوفوں سے گھری ہوئی ہو۔ جیسے گیہوں، جو، چنے وغیرہ۔ یا حب سے مراد موتی ہے جس کی پیدائش بارش سے ہوتی ہے۔ جنات جمع مؤنث سالم ہے اور جنت اُس مقام کو کہتے ہیں جہاں بکثرت میوہ دار گنجان درخت ہوں لیکن بعض لغویین

اس امر کے قائل ہیں کہ جنت باغ خرما کو کہتے ہیں اور فردوس انگور کے باغ کو۔
الفاف یا تو یہ ایسی جمع ہے جس کا مفرد نہیں جیسے اخیاف (جماعات مجتمعہ) اور
اوزاع (جماعات متفرقہ) کہ ان کا مفرد نہیں۔ یا یہ لف بکسرۂ لام اور ضمہ لام کی
جمع ہے یا جمع الجمع ہے اس طرح کہ الفاف لفّ کی جمع ہے اور لُف کفّاء کی جیسے
حمراء کی جمع حمرا اور حمر کی جمع احمار۔ بعض کے نزدیک وہ نصیف کی جمع ہے جیسے
شریف کی جمع اشراف۔

ترکیب نحوی:

بیننا فعل با فاعل فوقکم فوق ظرف مکان مضاف ہے ضمیر خطاب کی طرف
مضاف مضاف الیہ سے ملکر مفعول فیہ ہوا سبعا اس میں جو تنوین ہے وہ تنوین
عوض ہے یعنی سَبْعَ سَمٰوَاتٍ شداداً صفت ہے سبعا کی۔ یا سبعا ذوالحال اور
شداداً حال ہے موصوف صفت یا ذوالحال حال سے ملکر مفعول بہ ہوا جعلنا فعل با
فاعل سراجاً وھاجاً موصوف صفت یا ذوالحال حال سے ملکر مفعول بہ انزلنا مثل
سابق من المعصر ات اُسکے متعلق ماءً ثجاجا مثل سابق مفعول بہ لنخرج یہ لامِ
کَے ہے جس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اس میں نحن ضمیر مستتر فاعل بہ جعل مذکور
کے متعلق ہے۔ حبا ونباتا معطوف علیہ اور معطوف بہ دونوں ملکر پھر معطوف علیہ
ہوئے جنات موصوف یا ذوالحال الفافاً صفت یا حال یہ دونوں ملکر معطوف۔
معطوف علیہ معطوف سے ملکر نخرج کا مفعول بہ ہوا۔ الغرض یہ پانچ آیتیں چار
جملۂ فعلیہ ہیں۔

تفسیر:

سابقہ چھ دلیلوں کے علاوہ جو خداوند عالم کے کمال قدرت واختیار کو ثابت کرتی ہیں تین دلیلیں اور ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں دلیل اول یہ ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان ایسے مضبوط و مستحکم بنائے جو مرور زمان اور انقضائے دہور کی وجہ سے کبھی پرانے نہیں ہوتے جن میں سے ہر ایک آسمان کی موٹائی بقدر پانچ سو برس کی راہ کے ہیں اور ہر ایک کے اندر ایک ایک ستارہ ایسا پیدا کیا ہے جو اُس میں تیرتا پھرتا ہے چنانچہ خداوند عالم ان سبعۂ سیارات کے بارہ میں ارشاد فرماتا ہے کُلٌّ فِی فَلَکٍ یَسْبَحُوْنَ (ہر ستارہ اپنے آسمان میں تیرتا پھرتا ہے) اس آیت کا یہ مطلب قدیم فلاسفہ کے مذہب کے مطابق ہے جو اس امر کے قائل تھے کہ آسمان موٹی شفاف کُرَوِی چیز ہے اور وہ مثل دیگر حیوانات کے ایک حیوان کامل ہے البتہ اُس کے لئے دم اور سر اور قویٰ شہویہ و غضبیہ نہیں ہیں ذی روح ہے متحرک بالا رادہ ہے جملہ تغیرات کون وفساد خرق (پھٹنا) والتیام (جڑنا) سے مبرّا ہے۔ لیکن جدید فلاسفہ کے مسلک کی بنا پر جنکے نزدیک اس قسم کے آسمان ثابت نہیں سبع شداد سے مراد سبعۂ سیارہ (قمر۔ عطارد۔ زہرہ۔ شمس۔ مریخ۔ مشتری۔ زحل) ہیں جو بہت ہی مستحکم و مضبوط ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے مدار فلکی میں دوری گردش کر کے قسم قسم کی تاثیرات اور طرح طرح کے حالات ظاہر کرتا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ ہم نے تمہاری فائدہ رسانی کے لئے ایک دہکتا ہوا

روشن چراغ بنایا یعنی آفتاب عالمتاب جس کا فائدہ عام وتام ہے اور جس کی ضیا سے منافع دنیوی واخروی حاصل ہوتے ہیں۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ ہم نے نچڑتے ہوئے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا تا کہ اُس کے ذریعہ سے تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لئے غلہ پیدا ہو اس لئے کہ ان چیزوں پر حیوانی زندگی کا دار ومدار ہے۔ علاوہ بریں ہم نے تمہاری تفریح طبع اور لذتیں حاصل کرنے اور نئے نئے ذائقے اور مزے لینے کے لئے گنجان درختوں کے باغ پیدا کئے۔

تحقیق مفسر:

چونکہ آسمانوں کا وجود بایں ہیئت کذائی جسکے فلاسفہ قدیم قائل تھے نہ ضروریات اسلام سے ہے اور نہ لوازم ایمان سے لہذا اگر کسی شخص کو ادلۂ عقلیہ اور آلات رصدیہ کے ذریعہ سے حکمائے متقدمین کا قول غلط ثابت ہو تو وہ آیۂ اولیٰ کی تفسیر فلاسفران جدید کے مذہب کی مطابق کرسکتا ہے۔

فائدہ (۱)

جو چیز زمین سے اگتی ہے اسکے لئے ساق (تنہ) ہے یا نہیں۔ نہونے کی حالت میں اسکے لئے غلاف ہے یا نہیں۔ پس اگر غلاف وار ہو تو وہ حَب ہے اور اگر نہو تو حشیش (نبات) ہے اور اگر ساق والا ہو تو وہ شجر (درخت) ہے۔ اور جب مجتمع درخت ہوں تو انکو جنت کہتے ہیں۔ لہذا دلیل عقلی سے ثابت ہو گیا کہ جو چیزیں زمین سے روئیدہ ہوتی ہیں وہ انہیں تین قسموں میں جن کا یہاں خداوند عالم نے ذکر فرمایا ہے منحصر ہیں۔

فائدہ (۲)

آیات مذکورہ بعث کے حق ہونے پر چند طریقوں سے دلالت کرتی ہیں۔
اول قدرت کے لحاظ سے اسلئے کہ جو ایسے ایسے عجیب وغریب امور کے ایجاد پر بلا کسی نمونہ اور مثال کے قادر ہوگا تو یقیناً وہ ان کے اعادہ (مرنے کے بعد زندہ کرنے) پر زیادہ قوی اور قادر ہوگا۔ دوسرے علم وحکمت کے لحاظ سے اسلئے کہ جس نے مصنوعات ومخلوقات کو اغراض جلیلہ اور فوائد جمیلہ کے لئے (جو مخلوقات کی طرف رائج ہیں) پیدا کیا ہو تو اس سے یہ امر قبیح ہے کہ انکو بالکل نیست ونابود کردے اور ان کے لئے عافیت وانجام قرار نہ دے۔ تیسرے خود فعل کے لحاظ سے اسلئے کہ سونے کے بعد بیداری اور نباتات کا مردہ زمین سے روئیدہ ہونا جن کا ہر روز مشاہدہ کیا جاتا ہے بعینہ مرجانے کے بعد بعث (دوبارہ زندہ ہونے) کا نمونہ ہیں لہذا تعجب بے عقلی اور حماقت پر دال ہے۔

فائدہ (۳)

لنخرج بہ حبا و نباتا (تاکہ ہم بارش کے ذریعہ سے غلہ اور گھاس اگائیں) سے ان اشخاص کا مذہب باطل ہو گیا جو اس امر کے قائل ہیں کہ خدا کسی شے کو دوسری شے کے ذریعہ اور واسطہ سے پیدا نہیں کرتا۔

نکات

(۱) بنینا فوقکم الآیہ میں سما کی طرف بنا کی نسبت کرنے میں باوجودیکہ بنا کا استعمال مکان کے تحتانی حصوں میں ہوا کرتا ہے نہ فوقانی میں۔

تحقیق لغوی وصرفی:

میقات کسی شے کا وقت مقرر ومعین۔ اسم ظرف کا صیغہ ہے صور صورت کی جمع بحذف التا ہے یا مفرد ہے اور اس سے قرن (نرسنگا۔ بگل) مراد ہے پہلی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ حضرت اسرافیل صورتوں یعنی اجسام میں روحیں پھوکیں گے جسکی وجہ سے سب زندہ ہوکر دربارالٰہی میں حاضر ہونگے۔ اور دوسری صورت میں یہ معنی ہونگے کہ حضرت اسرافیل (دوبارہ) بگل بجائیں گے جسکی آواز سے تمام مخلوق زندہ ہوجائے گی۔

واضح ہو کہ حضرت اسرافیل جب پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے تو کوئی جاندار زندہ باقی نہ رہیگا چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے **ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوٰت ومن فی الارض الّا من شاء اللہ** پھر جب دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب زندہ ہوجائیں گے چنانچہ اسی کے متعلق یہ ارشاد باری ہے **ثمّ نفخ فیہ اخریٰ فاذاھم قیام ینظرون**. ابواب باب کی جمع ہے جسکی اصل بَوَبَ تھی۔ سراب بفتحہ سین صحرا کا وہ ریتہ جو آفتاب کی تابش یا چاندنی رات میں پانی معلوم ہوتا ہے خداوند عالم اس کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے **کسراب بقیعۃٍ یحسبہ الظّمان ماءً**

ترکیب نحوی:

یوم الفصل بہ ترکیب اضافی انّ کا اسم اور **کان میقاتاً** جملۂ فعلیہ خبر۔ **یوم ینفخ فی الصور** بہ ترکیب اضافی یوم الفصل **کان میقاتاً** کا بدل یا عطف بیان

ینفخ کے نائب فاعل میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ اسکی اسناد چونکہ اپنے مصدر کی طرف ہورہی ہے لہذا مصدر (نفخ) نائب فاعل ہو۔ دوسرے یہ کہ فی الصور نائب فاعل ہو یہاں تک ایک جملہ ہوا۔ فتاتون افواجاً میں فائے فصیحہ ہے اذانفخ فی الصور جو یہاں سے بقرینۂ مقام محذوف ہے شرط تاتون فعل ضمیر بارز انتم ذوالحال افواجاً حال۔ یہ دوسرا جملہ ہوا۔ وفتحت السماء تیسرا جملہ ہے اس کا عطف ینفخ پر ہے فکانت ابوابا چوتھا جملہ ہے جس کا عطف جملۂ سابقۂ پر ہے اور اس میں جو فا ہے وہ تعقبیہ ہے۔ وسیرت الجبال پانچواں جملہ ہے جسکی ترکیب فتحت السماء کی مثل ہے فکانت سرابا چھٹا جملہ ہے جس کی ترکیب بعینہ مثل فکانت ابوابا کے غرض کہ یہ چار آیتیں چھ جملے ہیں۔

قرأت شاذہ:

فُتِّحَت (باب تفعیل سے) بجائے فتِحَت (ثلاثی مجرد) پڑھا گیا ہے اول کی دلیل مُفتَّحَة لهم الا بواب ہے اور دوسرے کی وفتحنالهم ابواب السماء

تفسیر:

آیات سابقہ میں حشر وبعث کا ثبوت اور معاد جسمانی کی صحت بخوبی ثابت ہو چکی اب ان آیات میں اسکے واقع ہونے کی تفصیلی کیفیت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ جزاو حساب اور ثواب وعقاب کے لئے روز فصل کا (جو ولایت نقطۂ مرکز ولایت خلیفۂ بلافصل کی برکت سے بوترابیوں کے لئے انشاءاللہ روز فضل ہوگا)

ایک وقت مقرر ہے۔ اور یہ وہ دن ہوگا جس میں دوسرا صور پھونکا جائیگا اور تم سب اس روز جوق در جوق اور گروہ گروہ اپنے پیشواؤں اور رسولوں کے ساتھ قبروں سے نکلکر میدان حشر میں آؤ گے جیسا کہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے یوم ندعو کل اناس بامامھم اور اس دن آسمان شق ہوکر (ملائکہ کے اترنے کے لئے) بکثرت دروازے اور راستے ہو جائیں گے اور پہاڑ اپنے مقام سے ہٹا دیئے جائیں گے اور ایسے اڑے پھریں گے جیسے جنگل کا باریک ریت دور سے دیکھنے والے کو معلوم ہوں گے کہ یہ پہاڑ ہیں مگر فی الحقیقت وہ ریزہ ریزہ ہوکر ریت کی مانند ہو چکے ہوں گے جسطرح باریک ریت کو دور سے دیکھنے والے کو پانی نظر آتا ہے اور در حقیقت وہ پانی نہیں ہوتا ریت ہی ریت ہوتی ہے چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ہے و کانت الجبال کثیبا مھیلا اور کانت ھباء منثورا۔ واضح ہو کہ قرآن متعدد میں مقامات پر پہاڑوں کا مختلف طریقوں سے ذکر ہوا ہے کہیں فرمایا ہے کہ پہاڑ روئی کے گالے کی طرح اڑتے پھریں گے کہیں یہ فرمایا کہ وہ غبار کی طرح معلوم ہوں گے کہیں فرمایا ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہوں گے لیکن ان میں مطابقت اور جمیع اس طرح ممکن ہے کہ اول وہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے اور ریزے ریزے ہو جائیں گے اسی حالت کو خداوند عالم بیان فرماتا ہے و حملت الارض و الجبال فدکتادکۃ واحدۃ اسکے بعد وہ دھنی ہوئی روئی کی مثل ہو جائیں گے چنانچہ ارشاد فرماتا ہے و تکون الجبال کالعھن المنفوش اس کے بعد وہ ہوا میں غبار کی مثل اڑتے پھریں گے و بست الجبال فکانت

ھباءً منبثا اس کے بعد وہ بالکل فنا ہو جائیں گے **و یسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعا صفصفا لا تری فیھا عوجا ولا امتا۔** اور **یوم نسیر الجبال و تری الارض ھا مدۃ.**

حدیث:

براء بن عازب سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل ابوایوب انصاری کے مکان میں جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے معاذ نے **یوم ینفخ فی الصور فتاتون افواجا** کے متعلق دریافت کیا حضرتؐ نے فرمایا کہ اے معاذ تو نے ایک بڑی خوفناک چیز کے بارے میں سوال کیا اے معاذ میری امت کے لوگ دس قسم پر حشر کیے جائیں گے ان کی صورتیں مسلمانی صورتوں سے علیحدہ ہوں گی (۱) وہ لوگ ہوں گے جو بندروں کی شکل وصورت پر قبروں سے اٹھیں گے۔ (۲) وہ لوگ ہوں گے جو سُوروں کی شکل پر محشور ہوں گے (۳) وہ لوگ جو اس حال میں محشور ہوں گے کہ اوندھے پڑے ہوں گے اور فرشتے منہ کے بل انہیں کھینچ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔ (۴) وہ لوگ جو اندھے اٹھیں گے۔ (۵) گونگے بہرے (۶) وہ لوگ جو زبانیں چباتے ہوں گے اور وہ زبانیں اس قدر لمبی ہونگی کہ سینوں اور چھاتیوں پر پڑی ہوں گی اور ان کے دہنوں سے ایسی بدبودار گندی پیپ نکلے گی جس سے اہل محشر نفرت کریں گے۔ (۷) وہ جن کے ہاتھ پاؤں بالکل کٹے ہوئے ہوں گے (۸) وہ لوگ جو اس صورت سے محشور ہوں گے کہ آگ کی سولیوں پر لٹکے ہوئے ہوں گے (۹) وہ لوگ ہوں گے کہ جب قبروں

سے نکلیں گے تو ان میں مردار سے زیادہ بو آتی ہوگی۔ (۱۰) وہ لوگ ہوں گے جو آگ کے جبے پہنے ہوئے محشور ہوں گے جن میں قطران (تارکول) ملا ہوا ہوگا۔
اسکے بعد آپ نے اسطرح تفصیل فرمائی کہ جو لوگ بندروں کی صورت میں آئیں گے وہ سخن چین ہوں گے اور سؤروں کی صورت میں وہ لوگ ہوں گے جو حرام خور ہیں اور جن لوگوں کو فرشتے منہ کے بل کھینچ کر اوندھا ڈالینگے وہ سود خوار ہوں گے۔
اندھے وہ لوگ ہوں گے جو مقدمات کے فیصل کرنے میں ظلم کیا کرتے تھے۔
گونگے بہرے وہ ہوں گے جو اپنے اعمال میں عُجب (تکبر و غرور) کیا کرتے تھے۔ زبان چبانے والے وہ علماء و قاضی ہوں گے جو اپنے علم پر عامل نہ تھے اور ان کے اعمال انکے اقوال کے مخالف تھے ہاتھ پیر ان کے کٹے ہوئے ہوں گے جو پڑوسیوں کو ستایا کرتے تھے۔ آگ کی سولیوں پر وہ لوگ لٹکائے جائینگے جو حکام و سلاطین کی غیر واقعی اور باطل امور میں ہاں میں ملاتے تھے اور بجا و درست کہا کرتے تھے اور ان سے لوگوں کی چغلیاں لگایا کرتے تھے۔ وہ لوگ جن سے بے انتہا بد بو آتی ہوگی وہ لوگ ہوں گے جو شہوت پرست اور خدا کا حق مثل خمس و زکوۃ وغیرہ کے ادا نہ کرتے تھے۔ اور آگ کے جبے پہنے ہوئے وہ لوگ ہوں گے جو متکبر و مغرور تھے۔

نکات:

یوم ینفخ فی الصور سے لوگوں کو زیادہ ہول وخوف پیدا کرنا مقصود ہے و

فتاتون افواجا کی شرط کا محذوف ہونا بہت جلدی آنے کی طرف اشارہ ہے

یعنی نفخ صور کے بعد تم فوراً موفق حساب میں آجاؤ گے اس آنے میں مطلق تاخیر نہو گی۔

فتحت السماء: اس میں دو نکتے ہیں اول یہ کہ فصحا و بلغا کا یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کا وجود آئندہ یقینی ہوتا ہے اسکو صیغہ ماضی سے تعبیر کیا کرتے ہیں لہذا خدا وند عالم نے اس مقام میں صیغہ ماضی سے اس جانب اشارہ فرمایا کہ ان چیزوں کا وقوع یقینی ہے۔ دوسرے یہ کہ لفظ فتح بول کر تشقیق (پھاڑنا) مراد لینے سے اس کی کمال قدرت کی طرف اشارہ ہو رہا ہے اسلئے کہ ان اجرام عظیمہ اور اجسام ثقیلہ کا ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اور پھاڑنا اسکے نزدیک ایسا ہے جیسے دروازہ کا کھولنا کہ اس میں کوئی مشقت و زحمت نہیں ہوتی۔

اور اس میں فلاسفران قدیم کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ آسمان میں خرق و التیام محال ہے۔

اشکال:

فتحت السماء فکانت ابوابا سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان بالکل دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے حالانکہ مقصود یہ ہے کہ آسمان میں دروازے ہو جائیں گے لہذا بجائے **کانت ابوابا** کے **کانت فیھا ابوابا** ہوتا۔

جواب:

اس اشکال کے دو جواب ہو سکتے ہیں اول یہ کہ آسمان میں چونکہ بکثرت دروازے ہوں گے لہذا اس کثرت اور زیادتی کی وجہ سے گویا کہ وہ دروازے ہی

دروازے ہوں جیسے و فجرنا الارض عیونا میں۔دوسرے یہ کہ مضاف محذوف ہو یعنی فکانت السماء ذات ابواب.

تحقیق لغوی:

جھنم: مونث معنوی ہے کانت اس جگہ بمعنی صارت ہے۔ مرصاد رصدا بمعنی انتظار سے یا اسم ظرف ہے اور اس وقت اسکے معنی کمین گاہ کے ہوں گے یعنی وہ مقام جہاں دشمن کی تاک میں بیٹھتے ہیں جس طرح مضمار اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں یا مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے مطعام اور مضیاف ۔ طاغین طغیان سے جسکے معنی سرکشی اور تکبر کرنے کے ہیں مشتق ہے اس کی اصل طاغیین تھی۔ ماٰب اوب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔ احقاب حقب یا حقب کی جمع ہے جن کے اصلی معنی پے در پے اور یکے بعد دیگرے آنے کے ہیں اور وہ حقبة کی جمع بحذف التاء ہے۔ حقبہ کی مقدار میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جیسا کہ بعض روایات میں بھی وارد ہوا ہے کہ ایک حقبہ ستر ہزار سال کا ہے جن کا ہر سال بارہ مہینے اور ہر مہینہ تیس دن کا ہے اور ہر دن دنیا کے ایک ہزار دنوں کے برابر ہے۔ بعضے اس امر کے قائل ہیں کہ ایک حقبہ ہزار مہینوں کا ہوتا ہے جنکا ہر دن ہزار برس کے برابر ہے بعض کا خیال ہے کہ ایک حقبہ آخرت والے ستر برس کا ہے بعض حضرات کہتے ہیں کہ احقاب کی حقیقت سے ہمیں اطلاع نہیں اور عمار دھی سے منقول ہے کہ بلال ھجری نے جناب امیر المومنینؑ سے حقبہ کی مقدار کو

دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اسکی مقدار آخرت والے اسّی سال کی ہے۔ برد کے دو معنی ہیں اول خنکی اور ٹھنڈک دوسرے نیند۔ نیند کو برد کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ پیاس کی جدت اور تیزی کو قطع کر دیتی ہے اسی وجہ سے عرب کہا کرتے ہیں کہ منع البرد البرد یعنی نیند نے پیاس کو بجھا دیا۔ حمیم بمعنی محموم بہت جوش دیا ہوا گرم پانی۔ غساق کے چند معنی ہیں (۱) پیپ اور لہو جو دوزخیوں کے بدنوں سے بھے گا جس میں اتنی بدبو ہوگی کہ اگر اس کا ڈول بھر کر دنیا میں ڈال دیا جائے تو سب لوگ اس سے سڑ جائیں (۲) جہنم میں ایک چشمہ ہے جس سے سانپ اور بچھو بہیں گے۔ (۳) وہ پیپ جو زانیہ عورتوں اور حرام کاروں کی شرم گاہوں سے بہیگی (۴) تاریکی (۵) ایک ٹھنڈی چیز جسے زمہریر کہتے ہیں وفاقا کے متعلق چند قول ہیں (۱) یہ کہ مصدر ہے اور بطور مبالغہ زیدٌ عدلٌ کی مثل اپنے معنی مصدری میں مستعمل ہے۔ (۲) یہ کہ بمعنی موافق ہے یعنی جزاءً موافقاً (۳) یہ کہ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی جزاء ذا وفاق (۴) وفق بمعنی موافق کی جمع ہے۔

ترکیب نحوی:

للطاغین مقدر کائنات کے متعلق ہو کر مرصادا کی صفت یا مابا کا حال ہے، مابا کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اسکو مقدم کیا گیا۔ مابا مرصادا کا بدل ہے۔ اس ضمیر سے جو طاغین میں مستتر ہے حال ہے احقابا لبثین کا مفعول فیہ ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ لا یذوقون کا مفعول فیہ ہوا اور رعایت سجع کی وجہ سے

مفعول کو مقدم کر دیا گیا ہو۔ لا یذوقون کی ضمیر سے حال یا احقابا کی صفت یا علیحدہ جملہ ہے۔ الا حمیما و غساقا اس کا مستثنیٰ منہ برد کو قرار دیا جائے تو مستثنیٰ منقطع اور سرابا کو قرار دیا جائے تو مستثنیٰ متصل ہوگا۔ جزاءً وفاقا بہ ترکیب توصیفی فعل محذوف کا مفعول مطلق تقدیر عبارت یجازون بذلک جزاء وفاقا ہے۔

تتمہ:

اگر مرصاد سے فقط مرصاد کفار مراد ہو تو اس صورت میں طاغین پر وقف کیا جائیگا۔ نہ مآبا پر اور مآبا مرصاد کا بدل ہوگا۔ اور اگر اس سے بجوائے قول باری تعالیٰ ان منکن الا واردھا مرصاد کفار و مومنین مراد ہو تو مآبا پر وقف کیا جائے گا۔ اور اس وقت میں یہ مطلب ہوگا کہ جہنم سب کے لئے مرصاد ہے یعنی مومنین و کفار سب کا منتظر ہے البتہ مآب رجائے بازگشت فقط کفار ہی کے لئے ہے۔

یا علی مدد

(وجعلنا لهم لسان صدق علیا)

کلام علی کلام علی وما قاله المرتضیٰ مرتضیٰ

کلام الخالق فوق …

کتاب مستطاب نہج البلاغۃ

کلام الملوک ملوک الکلام

یعنی لسان اللہ حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام کے

خطبات وغیرہ کا مجموعہ مؤلفہ عمدۃ المحققین و زبدۃ المدققین جناب

علامہ سید رضی انار اللہ برہانہ رضی اللہ عنہ

مع ترجمہ و حواشی از

جناب مستطاب حجۃ الاسلام عزیز العلماء سرکار شریعتمدار مولانا مولوی

سید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر نجفی امروہوی دام ظلہم العالی

نہج البلاغہ

نہج البلاغہ حضرت امام المتقین امیر المومنین قائد الغر المحجلین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خطبات و مکتوبات کا وہ خزانۂ عامرہ ہے جسے علامہ سید شریف رضی رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی صدی ھجری کے اواخر میں مرتب فرمایا۔ یہ مجموعہ نہ صرف عربی ادب کا شاہکار بلکہ ہاشمی فصاحت و بلاغت کا خزانہ اور علم معنی و بیان کے محاسن کا سرچشمہ ہے جسمیں طبیعات ما بعد طبیعات الھیات، ریاضیات، معاشیات، نفسیات، اخلاقیات، مواعظ، تدبیر منزل، سیاست مدن، فلکیات و ارضیات کے متعلق جس وسعت نظری سے اظہار خیال کیا گیا ہے وہ آنخضرت کی وہبی صلاحیتوں کا ترجمان ہے۔

اس مجموعہ کو زبان و بیان، صنائع و بدائع، استعارہ و کنایہ، ایجاز و اطناب، فصاحت و بلاغت، علوم و معارف کے لحاظ سے تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق"، یعنی خالق کائنات کے کلام سے مرتبہ میں کم اور ساری دنیا کے کلام سے مرتبہ میں بلند و بالا تسلیم کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کو اردو پیراہن میں پہنانے والے علماء کی بڑی تعداد ہے جن میں سرکار یوسف الملت علیہ الرحمہ بھی شامل ہیں۔ ترجمہ کی زبان نہایت سادہ و سلیس و رواں ہے پیچیدہ عبارتوں کو آسانی سے حل کیا مشکل الفاظ کی وضاحت میں ماہرانہ فن کا مظاہر کیا ہے الفاظ کی تشریح میں علم صرف ونحو، معانی و بیان ولغت سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اگر کہیں لغت میں

اختلاف ہے تو عربی اشعار کے ذریعہ اپنا مدعا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر افسوس کہ یہ شرح مکمل نہیں ہے۔ ۱۹۲۶ء میں منصبیہ عربی کالج میرٹھ سے شائع ہوئی اسکا اقتباس بطور نمونہ ھدیہ ناظرین کیا جارہا ہے۔

خطبۂ کتاب نہج البلاغہ

ازمؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّا بَعْدَ حَمْدِ اللّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ ثَمَنًا لِنَعْمَائِهٖ؛ وَمَعَاذًا مِنْ بَلَائِهٖ ؛ وَ وَسِيْلًا اِلٰى جِنَانِهٖ ؛ وَسَبَبًا لِزِيَادَةِ اِحْسَانِهٖ ؛ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ؛ وَاِمَامِ الْاَئِمَّةِ ؛ وَسِرَاجِ الْاُمَّةِ ؛ وَالْمُنْتَخَبِ مِنْ طِيْنَةِ الْكَرَمِ ؛ وَ سُلَالَةِ الْمَجْدِ الْاَقْدَمِ ؛ وَمُغْرِسِ الْفِخَارِ الْمُعْرَقِ ؛ وَ فَرْعِ الْعَلَاءِ الْمُثْمِرِ الْمُوْرِقِ ؛ وَ عَلٰى اَهْلِبَيْتِهٖ مَصَابِيْحِ الظُّلَمِ ؛ وَ عِصَمِ الْاُمَمِ وَ مَنَارِ الدِّيْنِ الْوَاضِحَةِ ؛ وَ مَثَاقِيْلِ الْفَضْلِ الرَّاجِحَةِ ؛ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ ؛صَلٰوةً تَكُوْنُ اِزَاءً لِفَضْلِهِمْ ؛ وَمُكَافَاَةً لِعَمَلِهِمْ ؛ وَ كِفَاءً لِطِيْبِ فَرْعِهِمْ وَ اَصْلِهِمْ ؛ مَا اَنَارَ فَجْرٌ سَاطِعٌ ؛ وَ خَوٰى نَجْمٌ طَالِعٌ ؛ فَاِنِّیْ كُنْتُ عُنْفُوَانَ السِّنِّ ؛ وَغَضَاضَةِ الْغُصْنِ ؛ اِبْتَدأْتُ بِتَالِيْفِ كِتَابٍ فِیْ خَصَائِصِ الْاَئِمَّةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ؛ يَشْتَمِلُ عَلٰى مَحَاسِنِ اَخْبَارِهِمْ ؛ وَ جَوَاهِرِ كَلَامِهِمْ ؛ حَدَانِیْ عَلَيْهِ غَرَضٌ

ذَكَرْتُهُ فِي صَدْرِ الْكِتَابِ وَ جَعَلْتُهُ اَمَامَ الْكَلَامِ ؛ وَ فَرَغْتُ مِنَ الْخَصَائِصِ الَّتِيْ تَخُصُّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ عَاقَتْ عَنْ اِتْمَامِ بَقِيَّةِ الْكِتَابِ مُحَاجَزَاتُ الزَّمَانِ ؛ وَ مُمَاطَلَاتُ الْاَيَّامِ ؛ وَ كُنْتُ قَدْ بَوَّبْتُ مَا خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ اَبْوَابًا ؛ وَ فَصَّلْتُهُ فُصُوْلًا ؛ فَجَاءَ فِيْ اٰخِرِهَا فَصْلٌ يَتَضَمَّنُ مَحَاسِنَ مَا نُقِلَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ؛ مِنَ الْكَلَامِ الْقَصِيْرِ فِي الْمَوَاعِظِ وَ الْحِكَمِ ؛ وَالْاَمْثَالِ وَ الْاٰدَابِ ؛ دُوْنَ الْخُطَبِ الطَّوِيْلَةِ ؛ وَالْكُتُبِ الْمَبْسُوْطَةِ ؛ فَاسْتَحْسَنَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْاَصْدِقَاءِ وَ الْاِخْوَانِ ؛ مَا اشْتَمَلَ عَلَيْهِ الْفَصْلُ الْمُقَدَّمُ ذِكْرُهُ ؛ مُعْجَبِيْنَ بِبَدَائِعِهٖ ؛ وَ مُتَعَجِّبِيْنَ مِنْ نَوَاصِعِهٖ ؛ وَ سَأَلُوْنِي عِنْدَ ذٰلِكَ اَنْ اَبْدَءَ بِتَالِيْفِ كِتَابٍ يَحْتَوِيْ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ كَلَامِ مَوْلَانَا اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ جَمِيْعِ فُنُوْنِهٖ ؛ وَ مُتَشَعِّبَاتِ غُصُوْنِهٖ ؛ مِنْ خُطَبٍ وَ كُتُبٍ وَ مَوَاعِظَ وَ آدَابٍ ؛ عِلْمًا اَنَّ ذٰلِكَ يَتَضَمَّنُ مِنْ عَجَائِبِ الْبَلَاغَةِ ؛ وَ غَرَائِبِ الْفَصَاحَةِ ؛ وَ جَوَاهِرِ الْعَرَبِيَّةِ ؛ وَ ثَوَاقِبِ الْكَلِمِ الدِّيْنِيَّةِ ؛ مَا لَا يُوْجَدُ مُجْتَمِعًا فِيْ كَلَامٍ ؛ وَلَا مَجْمُوْعَ الْاَطْرَافِ فِيْ كِتَابٍ ؛ اِذْ كَانَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَشْرَعَ الْفَصَاحَةِ وَ مَوْرِدَهَا ؛ وَ مَنْشَأَ الْبَلَاغَةِ وَ مَوْلِدَهَا ؛ وَمِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ظَهَرَ مَكْنُوْنُهَا ؛ وَعَنْهُ اُخِذَتْ قَوَانِيْنُهَا ؛ وَ عَلٰى اَمْثِلَتِهٖ حَذَا كُلُّ قَائِلٍ خَطِيْبٍ ؛ وَ بِكَلَامِهٖ اسْتَعَانَ كُلُّ وَاعِظٍ بَلِيْغٍ ؛ وَ مَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ سَبَقَ

وَ قَصَّرُوْا وَ قَدْ تَقَدَّمَ وَ تَأَخَّرُوْا ؛ لِاَنَّ كَلَامَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْكَلَامُ الَّذِیْ عَلَيْهِ مَسْحَةٌ مِنَ الْعِلْمِ الْاِلٰهِیِّ ؛ وَ فِيْهِ عَبْقَةٌ مِنَ الْكَلَامِ النَّبَوِیِّ ؛ فَاَجَبْتُهُمْ اِلَى الْاِبْتِدَاءِ بِذَالِکَ ؛ عَالِمًا بِمَا فِيْهِ مِنْ عَظِيْمِ النَّفْعِ ؛ وَ مَنْشُوْرِ الذِّكْرِ ؛ وَ مَذْخُوْرِ الْاَجْرِ ؛ وَاعْتَمَدْتُ بِهٖ اَنْ اُبَيِّنَ مِنْ عَظِيْمِ قَدْرِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ هٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ ؛ مُضَافَةً اِلَى الْمَحَاسِنِ الدَّثْرَةِ ؛ وَ الْفَضَائِلِ الْجَمَّةِ ؛ وَ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ انْفَرَدَ بِبُلُوْغِ غَايَتِهَا عَنْ جَمِيْعِ السَّلَفِ الْاَوَّلِيْنَ ؛ الَّذِيْنَ اِنَّمَا يُؤْثَرُ عَنْهُمْ مِنْهَا الْقَلِيْلُ النَّادِرُ ؛ وَالشَّاذُّ الشَّارِدُ ؛ وَ اَمَّا كَلَامُهٗ فَهُوَ الْبَحْرُ الَّذِیْ لَا يُسَاجَلُ ؛ وَ الْجَمُّ الَّذِیْ لَا يُحَافَلُ ؛ وَ اَرَدْتُ اَنْ يَسُوْغَ اِلٰى التَّمَثُّلُ فِی الْاِفْتِخَارِ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِ الْفَرَزْدَقِ ؛ اُوْلٰٓئِکَ آبَائِی بِمِثْلِهِمْ اِذَا جَمَعَتْنَا يَا جَرِيْرُ الْمَجَامِعُ ؛ وَ رَاَيْتُ كَلَامَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدُوْرُ عَلٰى اَقْطَابٍ ثَلٰثَةٍ ؛ اَوَّلُهَا الْخُطَبُ وَالْاَوَامِرُ ؛ وَ ثَانِيْهَا الْكُتُبُ وَ الرَّسَائِلُ ؛ وَثَالِثُهَا الْحِكَمُ وَالْمَوَاعِظُ فَاَجْمَعْتُ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى الْاِبْتِدَاءِ بِاِخْتِيَارِ مَحَاسِنِ الْخُطَبِ ؛ ثُمَّ مَحَاسِنِ الْكُتُبِ ثُمَّ مَحَاسِنِ الْحِكَمِ وَ الْآدَابِ ؛ مُفْرِدًا لِكُلِّ صِنْفٍ مِنْ ذٰلِکَ بَابًا ؛ وَ مُفَصِّلًا فِيْهِ اَوْرَاقًا ؛ لِتَكُوْنَ مُقَدَّمَةً لِاِسْتِدْرَاکِ مَاعَسَاهُ يَشُذُّ عَنِّیْ عَاجِلًا ؛ وَ يَقَعُ اِلَیَّ اٰجِلًا وَ اِذَا جَاءَ شَیْءٌ مِنَ الْكَلَامِهٖ الْخَارِجِ فِیْ اَثْنَاءِ حِوَارٍ ؛ اَوْ جَوَابِ سُؤَالٍ ؛ اَوْ غَرَضٍ اٰخَرَ مِنَ الْاَغْرَاضِ ؛ فِی

غَیْرِ الْاَنْحَاءِ الَّتِیْ ذَکَرْتُھَا ؛ وَ قَرَّرْتُ الْقَاعِدَۃَ عَلَیْھَا ؛ نَسَبْتُہٗ اِلٰی اَلْیَقِ الْاَبْوَابِ بِہٖ ؛ وَ اَشَدِّھَا مُلَامَحَۃً لِغَرَضِہٖ ؛ وَ رُبَّمَا جَاءَ فِیْمَا اَخْتَارُہٗ مِنْ ذٰلِکَ فُصُوْلٌ غَیْرُ مُتَّسِقَۃٍ وَ مَحَاسِنُ کَلِمٍ غَیْرُ مُنْتَظِمَۃٍ ؛ لِاَنِّیْ اُوْرِدُ النُّکَتَ وَ اللُّمَعَ ؛ وَلَا اَقْصُدُ التَّتَالِیَ وَالنَّسَقَ ؛ وَ مِنْ عَجَائِبِہٖ الَّتِی انْفَرَدَ بِھَا ؛ و اَمِنَ الْمُشَارَکَۃَ فِیْھَا ؛ اَنَّ کَلَامَہُ الْوَارِدَ فِی الزُّھْدِ وَ الْمَوَاعِظِ ؛ وَ التَّذْکِیْرِ وَ الزَّوَاجِرِ ؛ اِذَا تَاَمَّلَہُ الْمُتَاَمِّلُ ؛ وَ فَکَّرَ فِیْہِ الْمُتَفَکِّرُ ؛ وَ خَلَعَ مِنْ قَلْبِہٖ اَنَّہٗ کَلَامُ مِثْلِہٖ مِمَّنْ عَظُمَ قَدْرُہٗ

ترجمہ

لیکن اُس خدا کی حمد کے بعد جس نے (اپنی) تعریف و توصیف کو اپنی نعمت کی قیمت؛ اور اپنی عقوبت سے پناہ؛ اور اپنی جنت کی دستاویز؛ اور اپنے احسان کی زیادتی کا سبب قرار دیا ہے؛ اور اللہ کے اس رسول پر درود بھیجنے کے بعد جو نبی رحمت؛ اور اماموں کے پیشوا؛ اور امت کے چراغ ہیں؛ جو اصل شرف میں سے چیدہ ہیں؛ اور بہترین بزرگی کی شاخ ہیں؛ اور اس (درخت) فخر کے جو مضبوط رگ و ریشہ والا ہے اگنے کی جگہ ہیں؛ اور اُس (درخت) بلندی کے جو ثمر دار اور برگ آور ہے شاخ ہیں؛ اور اُن کے اہل بیتؑ پر جو (گمراہی کی) تاریکیوں کے چراغ؛ اور امتوں کے نگہبان؛ اور دین کے روشن منارے؛ اور فضیلت و بزرگی کی بوجھل ترازوئیں ہیں؛ خداوند عالم ان سب حضرات پر رحمت نازل کرے؛ ایسی رحمت جو اُن کی فضیلت کے شایان شان ہو؛ اور اُن

کے عمل کا عوض ہو؛ اور اُن کے حسب و نسب کی پاکیزگی کے مساوی ہو؛ جبتک کہ پھیلنے والی صبح (صادق) روشن ہوتی رہے؛ اور طلوع کرنے والا ستارہ غروب کرتا رہے؛ (عرض ہے) کہ میں نے ابتدائے عمر میں؛ اور شاخ (عمر) کی سرسبزی و شادابی کے زمانہ میں؛ ایک کتاب ائمہ علیھم السلام کے مخصوص فضائل میں تالیف کرنی شروع کی تھی؛ جو ان حضرات کی عمدہ خبروں؛ اور موتیوں کی مثل چمکتے ہوئے کلاموں پر مشتمل تھی (اور) ان تالیف پر مجھ کو اُس غرض نے آمادہ کیا تھا جس کو میں نے شروع کتاب میں ذکر کیا ہے؛ اور اُسی کو میں نے مقدمۂ کتاب قرار دیا ہے؛ اور میں (اُس کتاب میں) اُن مخصوص حالات و فضائل سے جو جناب امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام سے مختص تھے (لکھ کر) فارغ ہو چکا تھا؛ (لیکن) باقیماندہ کتاب کے تمام کرنے سے موانع زمانہ؛ اور عوائق روزگار نے روک دیا؛ اور جتنا حصہ اُس کتاب کا تالیف ہو چکا تھا اُس کو بابوں اور فصلوں پر منقسم کیا تھا؛ جن کے آخر میں ایک ایسی فصل آ کر واقع ہوئی جو آنحضرت کے اُن عمدہ کلاموں پر جن کو ناقلین نے نقل کیا ہے؛ یعنی نصائح اور حکمتوں؛ اور مثلوں اور اخلاقی چھوٹے چھوٹے جملوں پر مشتمل تھی؛ نہ لمبے (لمبے) خطبوں؛ اور بڑے (بڑے) خطوط پر پس (میرے) بعض دوست احباب اور برادران ایمانی نے؛ اُن لطیف کلاموں کو جن پر فصل سابق الذکر مشتمل تھی پسند کیا؛ جو اُس کے عجیب و غریب کلاموں سے خوش؛ اور اُس کے پاک و صاف کلمات سے متعجب ہوتے تھے؛ اور (اسی وجہ سے) انہوں نے

مجھ سے ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے کی درخواست کی جو جناب امیرؑ کے اُن کلاموں میں سے جو (شجرۂ فصاحت کے) ہر ہر فن اور (دوحۂ بلاغت کی) ہر ہر شاخ سے متعلق ہیں منتخب اور چیدہ کلاموں پر مشتمل ہو؛ خواہ وہ لکچر ہوں یا فرمان مواعظ ہوں یا اخلاق اس لئے کہ وہ اِس بات کو (خوب) جانتے تھے کہ یہ بلاغت کے عجیب عجیب نکتوں؛ اور فصاحت کے نادر نادر رمزوں؛ اور فن عربیت کے موتیوں؛ اور دینی اور دنیاوی روشن کلمات پر اس قدر مشتمل ہوگی ؛ جو یکجائی کسی (اور) کلام میں؛ اور مجموعی حیثیت سے (اُنکے) اطراف کسی (اور) کتاب میں موجود نہ ہونگے؛ اس لئے کہ امیر المومنینؑ ہی فصاحت کے شروع ہونے کا مقام اور اُس کے گھاٹ تھے؛ اور (آنحضرت ہی) بلاغت کے نشو ونما کرنے اور اُسکی پیدائش کی جگہ تھے؛ اور آنجناب ہی سے اسرار فصاحت و بلاغت ظاہر ہوئے اور آنحضرت ہی سے قوانین فصاحت و بلاغت حاصل کئے گئے؛ اور آپ ہی کی روشوں پر ہر مقرر لکچرار چلا ہے، اور آپ ہی کے کلام سے ہر واعظ بلیغ نے مدد لی ہے، اور باوجود اِن امور متذکرۂ بالا کے حضرت (سب سے) بڑھے رہے اور اور لوگ گھٹے رہے، اور حضرت (سب سے) مقدم رہے اور اور لوگ موخر رہے، اس لئے کہ آنحضرت کا کلام اس طرح کا کلام ہے جس پر علم الٰہی کا اثر (اور پرتو) ہے۔ اور جس میں کلام نبیؐ کی مہک ہے۔ لہذا میں نے اس کتاب کے شروع کرنے میں اُن رفقاء و احباب کی درخواست کو منظور کرلیا، اس لئے کہ میں اُس منفعت کثیرہ اور شہرتِ عظمٰی کو اور اُس اجر کو جو ذخیرۂ آخرت

ہو اس عمل میں جانتا تھا اور میرا مقصود (اصلی) اس کتاب کی تالیف سے یہ ہے کہ اس فضیلت (فصاحت و بلاغت) میں جناب امیر المومنینؑ کی جلالت قدر (اور علو شان) کو (اور اسکے) ساتھ ہی ساتھ (آنحضرت کی) کثیر خوبیوں اور بیشمار فضیلتوں کو (تمام لوگوں پر) ظاہر کروں اور (نیز اس تالیف سے) یہ (بھی ظاہر کرنا مقصود ہے) کہ آنحضرتؑ فصاحت و بلاغت کی سرحد تک پہنچ جانے میں اُن سابقین اولین سے متفرد ہیں، جن سے بہت شاذ و نادر اور قلیل و غیر مانوس فصاحت و بلاغت والے کلام اور علم و حکمت کی باتیں منقول ہیں اور بہر حال حضرت کا کلام تو وہ دریا ہے جس کا ساحل ہی نہیں اور (اُن خوبیوں کا) ذخیرہ ہے جس کی نظیر و مثال ہی نہیں۔ اور نیز اس تالیف کے ذریعہ سے اظہار مناقب امیر المومنینؑ کرنے میں میرا یہ بھی مقصود ہے اور مجھکو آنحضرت کی وجہ سے فخر کرنے میں فرزدق کی مثال پیش کرنا صحیح ہو ''اے جریر میرے باپ دادا ایسی بڑی شان و شوکت والے ہیں لہٰذا اگر تیرے باپ دادے بھی ایسے ہی ہوں تو انکو لوگوں کے مجمع عام میں تو بھی پیش کر''۔ اور میں نے آنحضرتؑ کے کلام کو تین قطبوں (کیلیوں) پر دائر کیا قطب اول لکچر اور احکام؛ اور قطب دوم خطوط و فرامین اور قطب سوم پند و نصائح۔ لہذا میں نے خدائے متعال کی توفیق سے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ اول آنحضرتؑ کے عمدہ عمدہ چیدہ خطبوں سے ابتدا کروں، بہر آنجناب کے اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے خطوط نقل کروں۔ پھر (ان کے بعد) حکمت و اخلاق کے اچھے اچھے کلمات کو ذکر کروں۔ اس طرح پر کہ ان

(مضامین بالا) سے ہر قسم کے لئے ایک باب (مخصوص) قرار دوں، اور ہر ہر باب میں کچھ (سادہ) ورق زیادہ کرتا جاؤں، تا کہ وہ اوراق اول سے اس غرض سے زائد کئے گئے ہوں کہ جو کلمات (آنحضرت کے) جلدی میں مجھ سے رہ گئے ہوں، اور بعد میں مجھے دستیاب ہوں وہ بڑھائے جاسکیں۔ اور جب مجھ کو (آنحضرتؐ کا) کوئی ایسا کلام ملا ہے جو کسی گفتگو کے اثنا میں یا کسی سوال کے جواب میں یا کسی اور غرض کے لئے واقع ہوا ہے جو ان قسموں کے جنکو میں نے (ابھی) بیان کیا ہے اور اس قاعدہ کے جس کو میں نے ان کے لئے مقرر کیا ہے خلاف ہے تو میں نے اس کو ان ابواب میں سے ایسے باب میں درج کر دیا ہے جو اس کلام کے واسطے زیادہ لائق (وسزاوار) اور اس کی غرض (وغایت) سے بہت مناسب ہے اور بسا اوقات بعض میرے منتخب کئے ہوئے کلاموں میں ایسی فصلیں آ گئی ہیں جو ایک طرز وروش پر نہیں ہیں۔ اور بعض ایسے عمدہ عمدہ کلام آ گئے ہیں جو ایک سلسلہ میں نہیں ہیں اس لئے کہ میرا مقصد (اصلی اس کتاب میں فقط) نکتوں اور درخشاں کلاموں کے ذکر کرنے کا ہے نہ کہ (بیانات کی) ترتیب اور نظم ونسق کا اور آنحضرتؐ کے ان عجیب وغریب حالات میں سے جن میں آپ کی ذات بابرکات یکتا ہے اور جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں یہ ہے کہ آپ کا وہ کلام جو ترک دنیا اور پند ونصائح اور خدا کے یاد دلانے اور (افعال قبیحہ سے) روکنے والی چیزوں میں وارد ہوا ہے جبکہ اس میں غور کرنے والا غور کرے اور فکر کرنے والا فکر کرے اور وہ اپنے قلب سے اس بات کو نکال دے

کہ یہ کلام حضرت جیسے شخص کا کلام ہے یعنی اس شخص کا (کلام ہے) جس کا مرتبہ بزرگ ہے۔

شرح

ثمن: لفظ ثمن سے اس جانب اشارہ ہے کہ خداوند عالم کی نعمتوں سے بلا ادائے حمد وشکر متنعم ہونا ناجائز ہے اسی وجہ سے خدا وند عالم فرماتا ہے **وان کفرتم ان عذابی لشدید** لیکن یہ قیمت مثل متعارف قیمتوں کے جن کا نفع بائع کو پہنچتا ہے نہیں ہے **فان اللہ غنی عن العالمین** بلکہ اس قیمت کا نفع خود قیمت دینے والے ہی کی طرف عائد ہوتا ہے اور وہ ازدیاد نعم ہے جیسا کہ **ان شکرتم لا زیدنکم** سے ظاہر ہے۔

نعماء: نعماء کی جمع انعم آتی ہے جیسے باساء اور ابوس۔

معاذا: مصدر میمی ہے باب نصر سے۔

وسیلا: وسیلہ کی جمع ہے بحذف التا ہے۔

لزیادۃ: یہ اشارہ ہے **ان شکرتم لازیدنکم** کی طرف۔

نبی الرحمۃ: یہ اشارہ ہے **وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین** کی طرف۔

سراج: اشارہ ہے **یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا** کی طرف۔

طینۃ: اس سے مقصود رد عامہ ہے جو اس امر کی معتقد ہیں کہ حضرت کے نسب میں معاذ اللہ کچھ خرابی تھی یا حضرت کے آباء واجداد عیاذ باللہ کافر تھے۔

سلالۃ: یعنی نسل واولاد ہے۔

الفخار: بکسر فا باب مفاعلت کا مصدر ہے اور بفتح فا ثلاثی مجرد کا۔

المعرف: یہ ماخوذ ہے اعرق الشجر سے یعنی درخت کی رگیں خوب مستحکم ہو گئیں۔

فرع: اس فقرہ میں فخر وشرف کے بالائی حصہ کا آنحضرت کی ذات بابرکات میں حصر کرنا مقصود ہے اور پہلے جملہ میں اس درخت کے تحتانی حصہ کا حصر مقصود ہے اور مثمر سے **ان اعطیناک الکوثر** اور **ان شانئک هو الابتر** کی جانب اشارہ ہے اسلئے کہ آپ کی اولاد نرینہ نہونے کی وجہ سے کفار آپ کو ابتر یعنی مقطوع النسل کہا کرتے تھے خداوند عالم نے آپکی پارۂ جگر جناب سیدہ صلوت اللہ علیہا کے ذریعہ سے آپکی نسل کو ترقی دی اور کثیر ذریت عطا کی۔ **عصم:** یہ اشارہ ہے حدیث ثقلین کی طرف۔ جواب شرط ہے یعنی **اما بعد فانی کنت** الخ۔ **حدانی:** یا موخوذ ہے حداء الابل سے۔

محاجزات: بمعنی ممانفات ہے اور مماطلات بمعنی رافعات ہے۔

الخطب: خطبہ کی جمع ہے اور اس سے وہ کلام منثور مسجع مراد ہے جس میں آخرت کو یاد دلایا جائے اور جہنم وغیرہ سے ڈرایا جائے۔

اخوان: اَخّ کی جمع ہے جو اسماء محذوفہ الاعجاز سے ہے۔

معجبین: اگر اس کو باب افعال سے اسم مفعول پڑھا جائے تو اس کے معنی خوش ہونے والے کے ہوں گے اور اگر باب تفعیل سے اسم فاعل پڑھا جائے تو اس وقت ہیں (دوسروں کو) خوش کرنے والے کے ہوں گے۔

متحجبین: متحجّبین اور معجّبین دونوں حال میں جن کا ذوالحال جماعۃ ہے۔

مستعتار: یہ اس جانب اشارہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بیشمار کلام ہیں جو کسی ایک کتاب میں مدون نہیں چنانچہ ابن مثیم علیہ الرحمہ نے اس کتاب کی شرح میں تحریر کیا ہے کہ علامہ قطب الدین راوندی فرماتے تھے کہ میں نے بعض علماء حجاز سے سنا کہ ہم نے مصر میں حضرت علیؑ کے کلام کا ایسا مجموعہ دیکھا جو بیس جلدوں سے زائد تھا۔ مشرع ظرف ہے بمعنی جائے شروع اور دریا کے گھاٹ کو بھی کہتے ہیں۔

اطراف: یہاں اطراف طرف بفتح را کی جمع ہے نہ طرف بسکون را کی جس کے معنی آنکھ کے ہیں اور نہ طرف بکسر طائی جو مال جدید کے معنی میں ہے۔

مسحۃ: بمعنی اثر و علامت۔ ذوالرم شاعر نے کہا ہے علیٰ عجه مئ مسحة من ملاحة۔

عظیم: یہ تینوں اضافتیں از قبیل اضافہ صفت الی الموصوف ہیں.

محاسن: یا حسن کی جمع ہے برخلاف قیاس۔

دثرۃ: دثرا اور دثرہ بمعنی کثیر دثور جمع۔

شارد: معنی ایسے کلام جو غیر بلیغ کلاموں سے وحشت اور عدم موانست کی وجہ سے متنفر اور بھاگنے والے ہوں اُن سے بہت کمی کے ساتھ منقول میں پس شارد بلیغ کلاموں کی طرف بہت لطیف کنایہ ہے۔

یساحل: اگر بسیا جل جیم کے ساتھ ہو جو سجل سے ماخوذ ہے جسکے معنی بھرے ہوئے ڈول کے ہیں تو اس وقت میں اسکے معنی کلام واعظ کے ہوں گے۔

فاجمعت: اجماع کسی کام پر تصمیم عزم اور پختہ ارادہ کرنا۔

اثناء: ثِنّی بکسرہ ثا کی جمع ہے بمعنی درمیان

جوار: جوار بروزن قتال وکلام باب مفاعلت کا مصدر ہے جسکے معنی باہمدیگر سوال سوال کرنا ہیں۔

انحاء: نحو کی جمع ہے جمع میں واؤ ہمزہ سے بدل گئی۔

ملامحة: ملامحۃ بمعنی مشابہت ہے کہا جاتا ہے کہ فی الان ملامحٌ من ابیہ یعنی فلاں شخص میں اپنے باپ سے بہت سی مشابہتیں ہیں۔

اقتباس ترجمہ خطبہ اول

حضرت علیؑ کے خطبوں میں سے یہ خطبہ ہے جس میں آپ آسمان و زمین اور حضرت آدمؑ کی ابتدائے آفرینش کا ذکر فرماتے ہیں:

ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے (شایاں) ہے جس کی مدح سرائی (بڑے بڑے) لکچرار (تک) نہیں کر سکتے، اور نہ محاسب اس کی نعمتوں کا احاطہ کر سکتے ہیں، اور نہ جدو جہد کرنے والے اس کے حق کو (کما حقہ) ادا کر سکتے ہیں، وہ ایسا ہے کہ جس کو ہمتوں کی بلند پروازی معلوم نہیں کر سکتی، اور نہ عقلوں کی غوطہ زنی اس کو پا سکتی ہے (اور وہ) ایسا خدا (ہے) کہ جس کی صفت کے لئے کوئی معین حد اور کوئی وجود وصف اور کوئی مقرر وقت، اور کوئی دراز (مدت) نہیں ہے، اس نے اپنی قدرت (کاملہ) سے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اور اپنی رحمت (واسعہ) سے ہواؤں کو پھیلایا، اور اپنی متحرک زمین میں پہاڑوں کی میخیں ٹھوکیں، دین میں سب سے پہلی بات خداوند عالم کی معرفت ہے، اور معرفت کی تکمیل اس کی تصدیق ہے، اور اس کی تصدیق کی تکمیل اس کو واحد جاننا ہے اور اس کی توحید کی تکمیل اس کے لئے عمل خالص کرنا ہے، اور اس کے اخلاص کی تکمیل صفات کا اس سے نفی کرنا ہے، اس وجہ سے کہ ہر صفت اس امر پر اشارہ ہے کہ وہ موصوف کے غیر ہے اور ہر موصوف اس امر پر شاہد ہے کہ وہ صفت کے غیر ہے، پس جس نے اللہ سبحانہ کیلئے صفت قرار دی تو اس نے خدا کا ہمسر قرار دیا ہے، اور جس نے اس

کا ہمسر قرار دیا تو اس نے اس کا ثانی قرار دیا، اور جس نے اس کا ثانی ٹھہرایا تو اس نے خدا کو صاحب اجزا ٹھہرایا، اور جس نے اس کو صاحب اجزا ٹھہرایا تو اس سے جاہل رہا اور جو اس سے جاہل رہا تو اس نے اس کی طرف اشارہ کیا، اور جس نے اس کی طرف اشارہ کیا تو اس نے اس کو محدود قرار دیا، اور جس نے اس کو محدود قرار دیا اس نے شمار میں آیا ہوا قرار دیا اور جس نے کہا کہ کسی مقام میں ہے تو اس نے خدا کے لئے محل قرار دیا اور جس نے کہا کہ کسی چیز پر ہے تو اس نے (بعض مقامات کو) خدا سے خالی کر دیا (خدا) موجود ہے (تو) لیکن حدوث کے ساتھ نہیں اور اس کی ہستی تو ہے لیکن معدوم ہونیکے بعد نہیں ہر چیز کے ساتھ ہے (لیکن اس سے) منضم (اور ملا ہوا) نہیں ہے، ہر چیز کا غیر ہے (مگر اس سے) جدا نہیں ہے (وہ) فاعل ہے (لیکن) نہ بطریق حرکات واسباب (وہ اس وقت سے) بینا ہے جس وقت کہ اس کی مخلوق نہ تھی جس کو دیکھا جاتا، (وہ اس وقت سے) واحد (لاشریک) ہے جب کہ کوئی قابل سکون چیز نہ تھی جس (کے وجوہ) سے انس حاصل کرتا اور جس کے عدم سے پریشان ہوتا، مخلوق کو ابتدأ بوجہ اتم پیدا کیا، اور اس کے ایجاد کی کامل طریقہ سے ابتدا کی (حالانکہ) ان میں نہ (کوئی) فکر کی اور نہ (کسی قسم کا) تجربہ حاصل کیا اور نہ کچھ نقل وحرکت کی اور نہ اہتمامِ نفس کیا جس کی وجہ سے پریشان ہوتا تمام اشیاء کو ان کے اوقات پر پیدا کیا، اور باہم اختلاف رکھنے والی، چیزوں میں مناسبت (وموافقت) قائم کر دی، اور ان کے طبائع (عوارض وخواص) کو ثابت کر دیا، اور ان کو ان کی قسموں یا شخصوں کے لئے

لازم کر دیا ان کے پیدا کرنے سے پہلے ان کو جانتا تھا (اس) کا علم ان کے اطراف اور انتہا کا احاطہ کرنے والا تھا، ان کے مناسب اشیاء اور جوانب کو پہچانتا تھا، پھر خداوند تعالیٰ نے کشادہ فضاؤں اور وسیع اطراف، اور ہوا کے آنے جانے کی راہوں کو پیدا کیا اس کے بعد ان میں پانی جاری کیا جس کی موجیں آپس میں ٹکراتی تھیں اور جس کا بے انتہا پانی تہ بہ تہ تھا اس (پانی) کو تیز چلنے والی ہوا اور بہت سخت آندھی پر بار کر دیا، پھر ہوا کو پانی کے روکنے کا حکم دیا اور اس کو پانی کے مستحکم طریقہ سے روکنے پر مسلط کیا اور اسکو پانی کے اطراف و جوانب سے (اس طرح) ملا دیا (کہ) ہوا اس کے نیچے پھیلی ہوئی تھی، اور پانی اس پر ٹھہرا تھا، پھر خداوند عالم نے (ایک دوسری) ہوا کو خلق فرمایا، جس کے (ہر جگہ) چلنے کو بند کر دیا، اور اس کے قیامگاہ کو ایک ہی جگہ رکھا، اور اس کے چلنے کی جگہ کو محکم کر دیا، اور اس کے مقام نشو (ونما) کو بعید قرار دیا (کہ جس پر اطلاع مکمل نہیں) پھر ہوا کو آب کثیر کے حرکت دینے اور سمندروں میں موجزنی پیدا کرنے کا حکم دیا، پس ہوا نے پانی دودھ کی مشک کے ہلانے کی مثل حرکت دی، اور اس پر اس تیزی سے چلی جیسے کہ خالی جگہ میں تیز چلتی ہے، (اور یہ حال تھا کہ) شروع پانی کو اس کے آخر پر اور ساکن کو متحرک پر لوٹاتی تھی یہاں تک کہ پانی کی ایک بڑی مقدار بلند ہوئی، اور تہ بہ تہ پانی نے جھاگ نکالے، پس خدا نے جھاگ کو وسیع ہوا اور کشادہ فضا میں بلند کیا، اور اس سے سات آسمان تیار کئے، سب سے نیچے کے آسمان کو موج (کی مثل) جو گرنے سے ممنوع ہے اور سب سے اوپر کے آسمان کو محفوظ

چھت، اور بام بلند (کی مانند) بلا ایسے ستون کے جوان کو قائم رکھے، اور بغیر ایسی میخ و ریسمان کے جوان کو جوڑے قرار دیا پھر ان (آسمانوں) کو درخشندہ ستاروں کی زینت اور چمکتے ہوئے تاروں کی روشنی سے مزین (ومنور) فرمایا، اور ان میں روشنی پھیلانے والا چراغ (آفتاب) اور نور دینے والا ماہتاب (جس کو) گھومنے والے آسمان اور چلنے والی چھت اور حرکت کرنے والی لوح میں جاری کیا، پھر بلند آسمانوں کے درمیان (چند طبقوں سے) کشادگی کی الیٰ آخرہ۔۔۔۔۔۔

فَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

شعر

لَئِنْ شِئْتَ اَنْ تَرْضٰی لِنَفْسِكَ مَذْهَبًا یُنْجِیْكَ یَوْمَ الْحَشْرِ مِنْ لَهَبِ النَّارِ

فَوَالِ اُنَاسًا دِیْنُهُمْ وَحَدِیْثُهُمْ رَوٰی جَدُّنَا عَنْ جِبْرَئِیْلَ عَنِ الْبَارِیْ

اصولِ کافی

از

مؤلفات شیخ المحدثین نعمۃ الاسلام والمسلمین مروج سنۃ سید المرسلین

مرجع الفرقۃ الناجیۃ مجدد المذہب علی راس المأۃ الثالثۃ ابو جعفر

محمد بن یعقوب بن اسحٰق الرازی الکلینی قدس اللہ روحہ

معہ ترجمہ و شرح

از

جناب مستطاب حجۃ الاسلام عزیز العلماء سرکار شریعتمدار مولانا مولوی

سید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر نجفی امروہوی دام ظلہم العالی

سنہ ١٩٢٦ء

مطبوعہ حسن المطابع میرٹھ

کتاب الکافی

کتاب الکافی مؤلفہ رئیس المحدثین ثقۃ الاسلام شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی رحمۃ اللہ علیہ کو کتب احادیث میں ممتاز مقام حاصل ہے یہ مجموعہ ۲۰ سال کی مدت میں غیبت صغریٰ کے زمانہ میں عالم وجود میں آیا اسکی تالیف کے سلسلے میں ثقۃ الاسلام نے بہت زیادہ صعوبتیں برداشت کیں شہر شہر قریہ قریہ سفر کیے جہاں بھی معتبر حدیث ملی اسے جمع کیا یہ کتاب مندرجہ ذیل خصوصیات کی حامل ہے:

۱۔ یہ کتاب حضرت امام مھدی علیہ السلام کے زمانہ غیبت صغریٰ میں نواب اربعہ کی موجودگی میں لکھی گئی اور اسی عہد سے علماء وفقہاء کا منبع و مرجع بنی ہوئی ہے۔

۲۔ اس کتاب میں روایت کا مکمل سلسلہء سند بیان کیا گیا ہے جو کسی بھی روایت کے معتبر ہونے کی بنیاد ہوتا ہے۔

۳۔ یہ کتاب بیس سال کی تحقیق و تدقیق و تفحص کے بعد لکھی گئی۔

۴۔ متعارض روایات کو نقل کرنے سے احتراز کیا گیا ہے۔

۵۔ احادیث کو عناوین کے تحت بہت سلیقے سے ذکر کیا گیا ہے۔

علماء و محدثین نے اس مجموعہ کی سند و متن پر مکمل بھروسہ کیا ہے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "کافی تمام کتب شیعہ اجل و ارفع اور سب سے زیادہ مفید ہے"

حضرت شہید اول شیخ محمد بن مکی لکھتے ہیں:

" کتاب کافی فی الحدیث الذی لم یعمل الامامیة مثله"

حدیث میں اصول کافی وہ کتاب ہے کہ ایسی کتاب امامیہ نے نہیں لکھی۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ ہمیشہ یہ کتاب علماء کی توجہ کا مرکز بنی رہی اور اسکی بے شمار شرحیں اور ترجمے کئے گئے اردو زبان میں بھی اس پر کام ہوا سرکار آیت اللہ سید یوسف حسین طاب ثراہ نے بھی اسکا ترجمہ اور شرح لکھنی شروع کی تھی جس کا کچھ حصہ ۱۹۲۶ء میں منصبیہ عربی کالج میرٹھ سے شائع ہوا ترجمہ سادہ و سلیس ہے۔ متن کی مکمل طور پر شرح فرمائی ہے الفاظ کی لغت حل کرنے کے علاوہ صرفی ونحوی مباحث کو بھی ذکر کیا ہے ثقیل عبارت کو کامل طور سے حل کیا ہے بطور نمونہ اقتباس پیش خدمت ہے۔

خطبۂ کتاب کافی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ المحمود بنعمته ؛ المعبودِ بِقُدْرَتِهِ ؛ المطاع فی سُلْطَانِہٖ ؛ المرهوبِ بجلالِه ؛ المرغوب اِليه فيما عِندَهٗ ؛ النافذ امرُه فی جَميعِ خلقِهٖ ؛ علا فاستعلیٰ ؛ ودنا فتعالیٰ ؛ و ارتفع فوق كل منظر ؛ الذی لا بدءَ لا وليته ؛ ولا غاية لازليته ؛ القائم قبل الاَشياءِ ؛ والدائم الذی بِه قوامها ؛ والقاهر الذی لَا يؤده حفظها ؛ والقادر الَذِی بعظمتِه تفرد بالملكوت ؛ و بقدرته توحد بالجبروتِ ؛ و بحكمتِهٖ اظهر حججه علی خلقه ؛ اخترع الاشياء انشاءً ؛ وابتدعها ابتداءً ؛ بقدرته ؛ و حكمته ؛ لا من شیء فيبطل الاختراع ؛ ولا لعلّةٍ فلا يصح الابتداع ؛ خلق ما شاء ؛ كيف شاء ؛ متوحدا بذٰلک لاظهارِ حكمته ؛ و حقيقت ربوبيته ؛ لا تضبطه العقول ؛ ولا تبلغه الاوهام ؛ ولا تدركه الابصار ؛ ولا يحيط به مقدارٌ ؛ عجزت دونه العبارةُ ؛ و كلّت دونه الابصارُ ؛ و ضلّ فيه تصاريفُ الصفاتِ ؛ احتجب بغيرِ حِجَابِ محجوبٍ ؛ واستتر بغير ستر مستورٍ ؛ عُرِفَ بِغيرِ رُؤْيَةٍ ؛ وَوُصِفَ بِغَيْرِ صُوْرَةٍ ؛ وَ نُعِتَ بِغَيْرِ جِسْمٍ ؛ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ؛ ضَلَّتِ الْاِفْهَامُ عَنْ بُلُوْغِ

كُنهِهِ؛ وَ ذَهَلَتِ الْعُقُوْلُ اَنْ تَبْلُغَ غَايَةَ نِهَايَتِهِ ؛ لَا يَبْلُغُهُ حَدُّ وَهْمٍ ؛
وَلَا يُدْرِكُهُ نَفَاذُ بَصَرٍ؛ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ؛ اِحْتَجَّ عَلىٰ خَلْقِهٖ
بِرُسُلِهٖ؛ وَ اَوْضَحَ الْاُمُوْرِ بِدَلَائِلِهٖ ؛ وَابْتَعَثَ الرُّسُلَ مُبَشِّرِيْنَ وَ
مُنْذِرِيْنَ ؛ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَ يَحْيىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ؛ وَ
لِيَعْقِلَ الْعِبَادُ عَنْ رَبِّهِمْ مَا جَهَلُوْا فَيُعَرِّفُوْهُ بِرُبُوْبِيَّتِهٖ بَعْدَ مَا اَنْكَرُوْهُ ؛
وَيُوَحِّدُوْهُ بِالْاِلٰهِيَّةِ بَعْدَ مَا اَضَدُّوْهُ اَحْمَدُهٗ حَمْداً يَشْفِي النُّفُوْسَ وَ
يُبَلِّغُ رِضَاهُ ؛ وَ يُؤَدِّيْ شُكْرَ مَا وَصَلَ اِلَيْنَا مِنْ سَوَابِغِ النَّعْمَاءِ ؛ وَ
جَزِيْلِ الْآلَاءِ ؛ وَ جَمِيْلِ الْبَلَاءِ ؛ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا
شَرِيْكَ لَهٗ ؛ اِلٰهًا وَّاحِدًا صَمَدًا لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ؛ وَ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ عَبْدُهٗ اَنْتَجَبَهٗ ؛ وَ رَسُوْلٌ
اِبْتَعَثَهٗ ؛ عَلىٰ حِيْنَ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ ؛ وَطُوْلِ هَجْعَةٍ مِنَ الْاُمَمِ ؛ وَ
انْبِسَاطٍ مِنَ الْجَهْلِ ؛ وَاعْتِرَاضٍ مِنَ الْفِتْنَةِ ؛ وَانْتِقَاضٍ مِنَ الْمُبْرَمِ ؛
وَ عَمًى مِنَ الْحَقِّ ؛ وَاعْتِسَافٍ مِنَ الْجَوْرِ ؛ وَامْتِحَاقٍ مِنَ الدِّيْنِ ؛ وَ
اَنْزَلَ اِلَيْهِ الْكِتَابَ فِيْهِ الْبَيَانُ وَ التِّبْيَانُ ؛ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ ؛
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ؛ قَدْ بَيَّنَهٗ لِلنَّاسِ ؛ وَ نَهَجَهٗ بِعِلْمٍ قَدْ فَصَّلَهٗ ؛ وَ دِيْنٍ قَدْ
اَوْضَحَهٗ ؛ وَ فَرَائِضَ قَدْ اَوْجَبَهَا؛ وَ اُمُوْرٍ قَدْ كَشَفَهَا لِخَلْقِهٖ وَ اَعْلَنَهَا
؛ فِيْهَا دَلَالَةٌ اِلَى النَّجَاةِ ؛ وَ مَعَالِمُ تَدْعُوْا اِلىٰ هُدَاهُ ؛ فَبَلَّغَ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ مَا اُرْسِلُ بِهٖ ؛ وَ صَدَعَ بِمَا اُمِرَ ؛ وَاَدّىٰ مَا حُمِّلَ

مِنْ اَثْقَالِ النُّبُوَّةِ؛ وَ صَبَرَ لِرَبِّهٖ ؛ وَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِهٖ ؛ وَ نَصَحَ لِاُمَّتِهٖ ؛ وَ دَعَاهُمْ اِلَى النَّجَاةِ ؛ وَ حَثَّهُمْ الذِّكْرُ ؛ وَ دَلَّهُمْ عَلٰى سَبِيْلِ الْهُدٰى مِنْ بَعْدِهٖ بِمَنَاهِجَ ؛ وَ دَوَاعٍ اَسَّرَ لِلْعِبَادِ اَسَاسَهَا ؛ وَ مَنَائِرَ رَفَعَ لَهُمْ اَعْلَامَهَا؛ لِكَيْلَا يَضِلُّوْا مِنْ بَعْدِهٖ ؛ وَ كَانَ بِهِمْ رَؤُفًا رَحِيْمًا ؛ فَلَمَّا انْقَضَتْ مُدَّتَهٗ؛ وَاسْتَكْمَلَتْ اَيَّامُهٗ ؛ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ؛ وَ قَبَضَهٗ اِلَيْهِ ؛ وَ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ مَرْضِيٌّ عَمَلُهٗ ؛ وَافِرٌ حَظُّهٗ ؛ عَظِيْمٌ خَطَرُهٗ ؛ فَمَضٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ وَ خَلَّفَ فِيْ اُمَّتِهٖ كِتَابَ اللّٰهِ وَ وَصِيَّهٗ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؛ وَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ؛ صَاحِبَيْنِ مُؤْتَلِفَيْنِ ؛ يَشْهَدُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ بِالتَّصْدِيْقِ ؛ يَنْطِقُ الْاِمَامُ عَنِ اللّٰهِ فِي الْكِتَابِ بِمَا اَوْجَبَ اللّٰهُ فِيْهِ عَلَى الْعِبَادِ ؛ مِنْ طَاعَتِهٖ وَ طَاعَةِ الْاِمَامِ وَ وِلَايَتِهٖ ؛ وَ وَاجِبَ حَقِّهِ الَّذِيْ اَرَادَ ؛ مِنِ اسْتِكْمَالِ دِيْنِهٖ ؛ وَ اِظْهَارِ اَمْرِهٖ ؛ وَ الْاِحْتِجَاجِ بِحُجَجِهٖ ؛ وَالْاِسْتِضَائَةِ بِنُوْرِهٖ ؛ فِيْ مَعَادِنِ اَهْلِ صَفْوَتِهٖ ؛ وَ مُصْطَفٰى اَهْلِ خِيَرَتِهٖ ؛ فَاَوْضَحَ اللّٰهُ .

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر قسم کی تعریف خدا ہی کیلئے سزاوار ہے جو اپنی نعمت کی وجہ سے تعریف اور اپنی قدرت کی وجہ سے عبادت اور اپنی سلطنت کی وجہ سے اطاعت اور اپنے جلال وعظمت کی وجہ سے خوف کیا گیا ہے؛ اور جسکی طرف اُس کی نعمتوں میں خواہش کی گئی ہے؛ جس کا حکم اُسکی تمام مخلوق پر جاری ہے؛ وہ (تمام چیزوں پر) غالب ہے اور اُس نے اپنے غالب ہونے کو ظاہر (بھی) کر دیا؛ اور قریب ہے اور (باوجود اسکے) جسم وجسمانیات سے مبرا ہے؛ اور (اپنے آثار کے ذریعہ سے) ہر منظر کے اوپر نظر آتا ہے جسکی اولیت کے لئے نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ ازلیت کے لئے انتہاء جو ہر شئے سے اول موجود ہے؛ اور ایسی ہمشگی والا ہے کہ ہر چیز اُسی کی وجہ سے قائم ہے؛ اور ایسا عدم پر غلبہ کرنیوالا ہے کہ جس پر حفاظتِ اشیا گراں نہیں ہے؛ اور ایسا قادر ہے جو اپنی عظمت کی وجہ سے ملک وسلطنت میں یکتا ہے؛ اور اپنی قدرت سے غلبہ وقوّت میں متفرد ہے؛ اور جس نے اپنی حکمت ومصلحت سے اپنی مخلوق پر حجتیں ظاہر کر دیں؛ تمام اشیاء کو ایجاد وانشاء فرمایا تمام اشیا کو اُس نے ابتداءً خلق کیا؛ (لیکن یہ ایجاد وخلق محض) اپنی قدرت وحکمت سے فرمایا ہے؛ نہ یہ کہ کسی مادہ سے انشا کیا ہوتا کہ اُس کا مخترع ہونا باطل ہو جائے؛ اور نہ یہ کہ کسی علّت کی وجہ سے خلق کیا ہوتا کہ اُس کا مبتدع ہونا صحیح نہ رہے؛ جو چیز جس طرح

چاہی پیدا کی یہ کام اس نے تنہا بلا شرکت غیر کے؛ یہ کام اس وجہ سے کیا کہ اُس کی حکمت؛ اور اُس کے رب ہونے کی حقیقت ظاہر ہو جائے؛ عقول (بشری) اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں؛ اور وہموں کی اُس تک رسائی نہیں ہو سکتی؛ اور آنکھیں اُسکو دیکھ نہیں سکتیں؛ اور کوئی حد و مقدار اُس کو گھیر نہیں سکتی؛ اس کے مقابل میں عبارتیں عاجز اور آنکھیں کند ہیں؛ مختلف اوصاف اس کے بارے میں گم ہیں؛ بغیر اُس پردہ کے جو پردہ نشینوں کے لئے ہوتا ہے پوشیدہ ہے؛ اور بغیر کسی ساتر کے جو مستورات کے لئے ہوتا ہے چھپا ہوا ہے؛ بلا دیکھے ہوئے پہچانا گیا ہے؛ اور بلا صورت کے تعریف کیا گیا ہے؛ اور بلا جسم کے وصف کیا گیا ہے؛ سوائے اس اللہ کے جو بزرگ و برتر ہے کوئی معبود نہیں ہے؛ اذہان اس کی حقیقت تک پہنچنے سے گمراہ ہیں؛ اور عقول اُس مسافت تک جو اُس کی انتہائے معرفت کی طرف پہنچاتی ہے پہنچنے سے قاصر ہیں؛ وہم کی تیزی اُس تک نہیں پہنچ سکتی؛ اور (تیر) نگاہ کا چلنا اُس کو ادراک نہیں کر سکتا؛ اور وہ ہر بات کو سننے والا اور ہر چیز کو دیکھنے والا ہے؛ اُس نے اپنی مخلوق کی طرف رسولوں کو بھیجکر حجت قائم کر دی؛ اور تمام باتوں کو اپنے دلائل سے واضح فرما دیا؛ اور (جنت کی) بشارت دینے والے اور (جہنم سے) ڈرانے والے رسولوں کو مبعوث فرمایا؛ تا کہ جو شخص (کفر کی وجہ سے ہلاکت اخروی سے) ہلاک ہو تو وہ دلیل و بیّنہ کے ساتھ ہلاک ہوا اور جو (بذریعہ اسلام و ایمان کے حیات ابدی اخروی سے) زندہ رہے تو وہ (بھی) دلیل و بیّنہ سے زندہ رہے؛ اور تا کہ بندے اپنے پروردگار سے (بذریعہ رسل) وہ چیزیں جن کو وہ نہیں

جانتے سمجھ لیں تاکہ انبیاء اُسکے پروردگار ہونے کو بعد اس کے کہ بندے اُس سے انکار کرتے تھے تعلیم و تلقین کریں؛ اور اُن کو بلحاظ معبودیت موحد بنائیں بعد اس کے کہ وہ اُس کے لئے اضداد کے قائل تھے؛ میں اس کی حمد کرتا ہوں جو نفسوں کو (کفر کو جہالت و اخلاق ذمیمہ کے مرض سے) شفا دے اور اُس کی رضا و خوشنودی تک پہنچا دے؛ اور اُن ظاہری کامل نعمتوں اور بہت سی باطنی نعمتوں اور عمدہ امتحان کے شکر کو جو ہمیں (اُس کی جانب سے) پہنچی ہیں ادا کر دے؛ اور میں اس امر کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے جس کا کوئی شریک نہیں؛ (اور جو) معبود یکتا ہے بے نیاز ہے نہ اُس کی کوئی بی بی ہے اور نہ بال بچہ؛ اور (اس امر کی بھی) گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے ایسے بندے ہیں جن کو اُس نے (تمام مخلوق میں سے) انتخاب کر لیا ہے؛ اور ایسے رسول ہیں جن کو رسولوں کے زمانہ فترت میں مبعوث فرمایا ہے؛ اور لوگوں کی خواب غفلت کے دراز ہونے؛ اور جہالت کے (اکناف عالم میں) پھیل جانے؛ اور فتنہ (وفساد) کے منتشر ہو جانے؛ اور امر مستحکم کے شکستہ ہو جانے؛ اور حق سے نابینا ہونے؛ اور بوجہ جور (وظلم) کے حق سے تجاوز کر جانے؛ اور دین کے زائل ہو جانے کے زمانہ میں مبعوث فرمایا؛ اور جن پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں (ہر چیز کا) ذکر اور مع البرہان بیان ہے؛ جو (موسوم بہ) قرآن ہے (جس کی زبان) عربی ہے (جس میں کسی قسم کی) کجی نہیں ہے؛ اس غرض سے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں؛ بیشک خدا نے قرآن (کے متشابہات) کو (راسخون فی العلم کے ذریعہ سے) لوگوں کے

لئے ظاہر کردیا؛ اوران کوایسی آیات محکمات سے جن میں ہر چیز کو (مثلاً اتباع ظن اور رائے و قیاس کا حرام ہونا اور مشتبہ امور میں راسخین فی العلم کی طرف رجوع کرنا) باتفصیل بیان کیا ہے؛ اور اُس دین (اسلامی) سے جسکو (خوب) ظاہر و ہویدا کر دیا ہے؛ اور اُن ضروری (ولازمی) احکام سے جن کو اُس نے واجب قرار دیا ہے؛ اور اُن امور سے جن سے اپنی مخلوق کے لئے (پوشیدگی کا) پردہ اٹھا دیا ہے اور علی الاعلان بیان کیا ہے، واضح کردیا؛ (اور وہ ایسے امور ہیں) جن میں (عذاب سے) بچنے کی طرف رہنمائی ہے؛ اور جنمیں ایسی نشانیاں ہیں جو خدائی ہدایت کی طرف بلاتی ہیں؛ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان امور کی جنکی وجہ سے وہ (مخلوق کی طرف بھیجے گئے تھے) تبلیغ فرمائی؛ اور جن چیزوں کا حکم دیئے گئے تھے ان کو (روز روشن کی طرح) ظاہر کیا؛ اور نبوت کی ان گراں قدر باتوں کو جن کے وہ ذمہ دار بنا دیئے گئے تھے پہنچا دیا؛ اور اپنے پروردگار کی (خوشنودی کی) وجہ سے (دشمنان دین کے مظالم پر) صبر اختیار فرمایا؛ اور راہ خدا میں (کفار سے) جہاد کیا؛ اور اپنی امت کو پند و وعظ فرمایا؛ اور ان کو نجات (اخروی) کی طرف بلایا؛ اور یاد خدا پر برانگیختہ کیا؛ اور اپنے بعد بذریعہ کشادہ راہوں (آیات محکمات) کے راہ ہدایت (دوازدہ امام) کی طرف اور (نیز) ایسے اسباب کیوجہ سے جن کی بنیاد کو بندوں کے لئے مستحکم کر دیا ہے رہنمائی کی اور ایسی علامات کے سبب سے جنکے پہاڑوں کو ان کے لئے بلند قرار دیا (رہنمائی کی) تا کہ لوگ آنحضرتؐ کے بعد گمراہ نہوں؛ اور آپؐ بندگانِ خدا پر بڑے

مہربان اور رحم دل تھے؛ پس جبکہ آنحضرتؐ کی مدت (حیات) منقضی ہوگئی؛ اور (زندگی کا) زمانہ پورا ہوگیا؛ تو خدا نے آنحضرتؐ کی وفات واقع فرمائی؛ اور اپنے پاس بلالیا؛ اس حالت میں کہ آپ کا عمل خدا کے نزدیک پسندیدہ؛ (اور) حصہ کثیر؛ (اور) مرتبہ بزرگ تھا؛ پس آپ نے (اس دار فانی سے عالم جاویدانی کی طرف) رحلت فرمائی؛ اور اپنی امت میں قرآن اور اپنے وصی (برحق) امیر المومنینؑ؛ اور پیشوائے متقین (علی بن ابی طالبؑ) کو باقی چھوڑا جو (ایک دوسرے کے) ساتھ رہنے والے اور باہم دیگر انس و الفت رکھنے والے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے مصاحب کی تصدیق کرتا ہے؛ (اس لئے کہ) امام خداوند عالم کی جانب سے قرآن کے ان امور کو جنہیں اس نے بندوں پر اپنی کتاب میں واجب کیا ہے بیان کرتا ہے؛ یعنی اطاعت خدا اور اطاعت و دوستی امام؛ اور خدا کے اس واجب و لازم حق کو جسے اس نے (اپنے بندوں سے) طلب کیا ہے؛ یعنی اپنے دین کی تکمیل اور اپنے حکم کا اظہار اور اپنی حجتوں (انبیاء وائمہ) کے ذریعہ سے (مخلوق) پر اتمام حجت اور (بندوں کا) قرآن کے اس نور سے روشنی حاصل کرنا؛ جو اس کے منتخب بندوں اور چیدہ لوگوں میں سے چیدہ حضرات کے قلوب میں (ثابت وراسخ) ہے۔

شرح

الحمد : محققین نے حمد کی تعریف الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری کے فرمائی ہے یعنی کسی کی اس چیز پر جو حُسن اور اسکے اختیار میں ہے (نعمت ہو یا غیر

نعمت) زبان سے تعریف کرنا ؛ اس تعریف کی بنا پر اختیاری کی قید سے مدح خارج ہوگئی اس لئے کہ مدح کا تعلق شے اختیاری وغیر اختیاری دونوں سے ہوتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے مَدَحْتُ اللُؤلُؤ عَلیٰ صِفَاتِهَا کہنا صحیح ہے اور بجائے مدحت کے حمدت کہنا صحیح نہیں ہے۔ اور لسان کی قید سے شکر خارج ہوگیا۔ اسلئے کہ شکر اگر چہ فقط نعمت کے مقابل میں ہوتا ہے لیکن وہ علاوہ لسان کے جنان (قلب) وارکان (اعضا) سے بھی ہوتا ہے پس مدح حمد سے باعتبار متعلق عام ہے اور باعتبار مورد دونوں مساوی ہیں۔ اور شکر حمد سے باعتبار متعلق خاص ہے اور باعتبار مورد عام اور، مدح شکر سے باعتبار متعلق عام ہے اور باعتبار مورد خاص۔

فائدہ: حمد کے چار رکن ہیں (۱) حامد (تعریف کرنے والا) (۲) محمود (جس کی تعریف کی جائے) (۳) محمود بہ (جس بات کی تعریف کی جائے) (۴) محمود علیہ (جس بات پر تعریف کی جائے) ان چاروں رکنوں میں حامد و محمود کبھی متحد ہوتے ہیں مثلاً جب خدا خود اپنی تعریف کرے اور کبھی جدا جدا ہوتے ہیں مثلاً جب ہم خدا کی تعریف کریں۔ اسی طرح محمود علیہ اور محمود بہ بعض اوقات متحد ہوتے ہیں جیسے جبکہ خداوند عالم کی اُسکے نعمت دینے کی وجہ سے منعم ہونے کی تعریف کی جائے اور بعض اوقات متغائر ہوتے ہیں جیسے جبکہ خداوند عالم کی اُسکے نعمت دینے کی وجہ سے قادریت یا معبودیت کی تعریف کی جائے اسلئے کہ نعمت اس صورت میں محمود علیہ ہے اور قادریت و معبودیت محمود بہ۔

بتتمعتہ : یہاں تین احتمال ہیں اول یہ کہ نعمت محمود بہ ہو دوسرے یہ کہ محمود

علیہ ہو تیسرے یہ کہ آلہٗ حمد ہو پہلے احتمال کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ نعمتوں کے ذکر کے ساتھ حمد کیا جاتا ہے اور دوسرے احتمال کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ سابقہ نعمتوں پر لاحقہ نعمتوں میں زیادتی چاہنے کی غرض سے حمد کیا جاتا ہے اور تیسرے احتمال کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ اُن آلات وتوفیقات کی وجہ سے جن کو اُس نے عطا فرمایا ہے حمد کیا جاتا ہے۔

بقدرتہ : اس میں بھی تین احتمال ہیں اول یہ کہ خدا اپنی قدرت کی وجہ سے عبادت کیا جاتا ہے دوسرے یہ کہ بندوں کو ثواب دینے اور انتقام لینے پر قادر ہونے کی وجہ سے عبادت کیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ اُسی قدرت کی وجہ سے جو اُس نے ہم کو عبادت پر عطا فرمائی ہے عبادت کیا جاتا ہے۔

سلطانہ : اسکے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ اُن امور میں جن کو اُس نے ہم سے بطور غلبہٗ وسلطنت چاہا ہے مُطاع ہے نہ اُن چیزوں میں جن میں ہم کو قادر و مختار بنادیا ہے مثلاً عبادات۔

عــــندہ : مائے موصولہ سے ظاہری اور باطنی نعمتیں اور دنیوی اور اُخروی برکتیں مراد ہیں۔

فــاستعلیٰ : استعلاء کے چند معنی ہیں علو و بلندی میں مبالغہ کرنا۔ بلندی کا اظہار چاہنا پہلے معنی کی بنا پر یہ مقصود ہے کہ وہ ذاتاً بلند تھا اور یہ علو ذاتی اسکا سبب ہوگیا کہ وہ مخلوقات کی مشابہت اور اُن کی عقول کے ادراک سے بہت بلند ہے اور دوسرے معنی کی بنا پر یہ مراد ہے کہ وہ ذات وصفات کے اعتبار سے بلند تھا پھر

اُس نے اپنی بلندی مخلوقات کو پیدا کر کے ظاہر کر دی اور تیسرے معنی کی بنا پر یہ مراد ہے کہ وہ عالی مرتبہ تھا اور اس علو کی وجہ سے اُس نے بندوں سے چاہا کہ وہ اُس کو عالی مرتبہ سمجھیں اور عبادت کریں اور ان تمام صورتوں میں فا تعقیب کے لئے ہے اور ممکن ہے کہ واو عاطفہ کے معنی میں ہو اور ممکن ہے کہ اس عبارت کے معنی یہ ہوں کہ وہ چونکہ اہل معرفت کے نزدیک عالی مرتبہ ہے لہذا اُس نے اُن کو بھی رفیع المرتبہ کر دیا۔

دنا : اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں کے خیال میں جو اہل معرفت نہیں پست مرتبہ ہے پس وہ اُن کے اس واہی خیال سے برتر اور منزہ ہے۔ اس معنی کی بنا پر (دنا) دنائت سے مشتق ہوگا اور معنی اول کی بنا پر دنو سے۔

ارتفع : منظر یا مصدر میمی ہے جسکے معنی نظر کرنے کے ہیں یا اسم ظرف ہے اور اس حالت میں اُس سے وہ اشیا مراد ہوں گی جن پر نظر بصارت یا بصیرت پڑ سکتی ہے اول کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ بندوں کی نظروں سے بعید ہے اور ظرف مکان ہونے کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ وہ اُن چیزوں سے جو نظر آنے کے قابل ہیں بلند ہے۔

بدء : اسلئے کہ وہ علت العِلَل ہے۔

القائم : قائم سے مراد وہ قائم بالذات یا اشیا کی تدابیر کو قائم کرنے والا ہے۔

القاهر : قاہر سے مراد عدم پر غالب آنے والا اور عدم سے وجود میں لانے

والا اور ایجاد کے بعد حفاظت کرنے والا ہے۔

یوده : یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ہر ممکن اپنے بقا میں علت مبقیہ کا محتاج ہے جس طرح اپنے اپنے وجود میں علت موجدہ کا۔

ملکوت : ملکوت بمعنی سلطنت کاملہ فعلوت بفتحہ عین کے وزن پر مصدر ثلاثی مجرد ہے جو مبالغہ کیلئے وضع ہوا ہے۔ اور اسی طرح جبروت بمعنی قوت کاملہ ہے۔

حججہ : حجج سے مراد وہ آیات اور نشانیاں ہیں جن کی نسبت خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے **سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم حتی یتبین لهم الحق**۔ یا اُس سے مراد انبیاءؑ وائمہؑ ہیں۔ یا دونوں مراد ہیں۔

اختراع : اختراع کسی شے کو بلا نمونہ کے ایجاد کرنا۔ ابتداء کسی شے کو بلا مادہ اور علت کے کتم عدم سے وجود میں لانا۔

علة : علت سے مراد مادہ ہے اور ممکن ہے کہ علۃ بفتح عین ہو جس کے معنی ایک مرتبہ پینے کے بعد دوسری مرتبہ کے ہیں اس بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ بلا تجربہ حاصل کئے ہوئے اس نے اشیا کو پیدا کیا۔

محجوب : محجوب میں چند احتمال ہیں اول یہ کہ مرفوع ہو اس بنا پر کہ مبدائے محذوف کی خبر بنکر جملہ مستانفہ قرار پائے یعنی ہو محجوب **بغیر حجاب فیکون للمخلوقین** دوسرے یہ کہ مجرور ہو اور اس صورت میں دو احتمال ہیں اور اول یہ کہ جر اضافت کی وجہ سے ہو یعنی حجاب مضاف ہو اور محجوب مضاف الیہ

دوسرے یہ کہ حجاب کی صفت ہونے کی وجہ سے ہو۔ احتمال اول کی بنا پر یہ تقدیر ہوگی کہ **بغیر حجاب یکون للمحجوبین** اور احتمال ثانی کی بنا پر یا محجوب معنی مفعولی میں ہوگا یا بمعنی حاجب ثانی کی بنا پر بغیر حجاب حاجب مراد ہوگی اور اول کی بنا پر یہ تقدیر ہوگی کہ **لیس محجوبا بحجاب یکون محجوبا بحجاب آخر کما هو شان المخلوقین** یا یہ مراد ہے کہ **لیس حجابه محجوبا و مستترا بل حجابه و هو تجرده و تقدسه و کماله و نقص الممکنات ظاهر علی العقول** یا یہ مراد ہے کہ **بغیر حجاب محجوب بالکلیة حیث لا یصل الیه العقل اصلا** یا فرداخفی کی نفی مقصود ہے یعنی **لیس محتجبا بحجاب محجوب فضلا عن الحجاب الظاهر** یا حجاب سے انبیاء واوصیاء جو خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں مراد ہوں جس طرح حجاب محجوب اور محجوب عنہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو لوگوں کے لئے ظاہر کر دیا ہے اور اُن کی حجت وصدق کو کھلی نشانیوں سے واضح کر دیا ہے۔ اور بعینہ یہی احتمالات دوسرے فقرہ میں بھی جاری ہیں۔ اور محتمل ہے کہ جملۂ ثانیہ جملۂ اولیٰ کا موکد ہو یا فقرۂ اولیٰ سے احتجاب عن الحواس مراد ہو اور دوسرے سے احتجاب عن العقول۔

رویة : بغیر رویۃ اسکو رویہ بھی پڑھ سکتے ہیں جسکے معنی غور وفکر کے ہیں یعنی اُسکے وجود کی معرفت بدیہی ہے۔

صورة : بغیر صورۃ اسکے دو معنی ہو سکتے ہیں اول یہ کہ موصوف ہوتا ہے لیکن

یہ توصیف صورت ولوازم صورت کے ساتھ نہیں ہوتی دوسرے یہ کہ وہ لاصورت ہونے کے ساتھ وصف کیا جاتا ہے اور یہی دونوں احتمال بعینہ بغیر جسم میں بھی جاری ہیں۔

کنھه : اس لئے کہ خداوند عالم بسیط ہے اور شئی بسیط کی کنہ کا ادراک ناممکن ہے۔

غـایة : غایۃ نھایۃ یہاں غایت بمعنی مسافت ہے یعنی عقول اس مسافت تک جو اسکی انتہائے معرفت تک پہنچا دے نہیں پہنچ سکتیں چہ جائیکہ انتہائے معرفت تک پہنچنا۔

حـد وهـم : حدوہم مراد ہے یا حدت وتیزی وہم مراد ہے یا انتہائے معرفت وہم۔

بـدلائـلـه : یعنی ہر امر کو اس پر دلیل قائم کر کے واضح کر دیا مثلاً اپنے وجود اور کامل الذات ہونے کو آفاقی اور انفسی آیات سے اور انبیاء و رسل کو معجزات و کرامات سے اور احکام شرعیہ کو آیات قرآنیہ سے

وابتعث : ابتعاث بمعنی بعث وارسال ہے۔

عن ربهم : یعنی بوساطت انبیاء۔

اضـدوه : باب افعال سے ماضی صیغہ ہے جس کے معنی ضد قرار دینے کے ہیں۔

الاء : اس کا مفرد اَلْیٌ. اِلْیٌ. اَلًی. اِلًی ہے۔

فترة: فترہ کے معنی لغت میں ضعف وانکسار کے ہیں یہاں اُس سے دو رسولوں کے درمیان کا وہ زمانہ مراد ہے جس میں سابقہ شریعت کے آثار دوسری شریعت کے وارد ہونے کے قبل بالکل مندرس (محو) ہوگئے ہوں اور بعض نے جو یہ تعریف کی ہے کہ اُس سے وہ زمانہ مراد ہے جس میں دو رسولوں کے درمیان حجت خدا کا وجود نہ ہو بالکل غلط ہے اس لئے کہ کوئی زمانہ حجت خدا سے خالی نہیں ہوسکتا۔

هجعة: ھجعہ کے معنی لغت میں سونے کے ہیں۔ یہاں بطور استعارہ اُس سے غفلت مراد ہے۔

تبیان: تبیان کسی شے کو دلیل و برہان کے ساتھ بیان کرنا۔

قرآناً: قرآنا کتاب کا دوسرا حال ہے یا اُس کا بدلہ ہے یا اختصاص کی بنا پر منصوب ہے یعنی اَخُصُّ قُرْآناً الخ

نهجه: نھجہ نہج کے معنی واضح کرنے کے ہیں۔

بعلم: علم سے مراد معلوم ہے یعنی آیات محکمات کے مضامین اور بعلم میں چند احتمال ہیں اول کہ ہے وہ قد بینہ کے متعلق ہو۔ دوسرے یہ کہ نھجہ کے متعلق ہو۔ تیسرے یہ کہ بطور تنازع فعلان دونوں سے متعلق ہو چوتھے یہ کہ کتاب کا حال واقع ہو۔

فصّله: قد فصلہ کی اور قد بینہ کی ضمیر مستتر مرجع خدا ہے یا رسولؐ ہیں یا کتاب ہے۔

معالم: معالم کا عطف دلالت اور نجات دونوں پر ہوسکتا ہے۔ پہلی صورت

میں مرفوع ہوگا اور دوسری صورت میں مجرور لیکن غیر منصرف ہونے کی وجہ سے مفتوح پڑھا جائے گا اور اس صورت میں اس سے نبیؐ اور ائمہؑ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

ھداۃ : ھداہ کی ضمیر خدایا رسول یا کتاب کی طرف راجع ہے۔اور بعض نے اسکو ھداۃ تا کے ساتھ پڑھا ہے جو ہادی کی جمع ہے بمعنی ہادیان (دین)۔

اثقال : اثقال یا ثقل کی جمع ہے جو خفت کے مقابل میں ہے یا ثقل کی جسکے معنی اسباب خانہ داری اور اسباب مسافرت کے ہیں۔

الذکر : ذکر سے قرآن یا ہر وہ چیز جو خدا کی یاد آوری کا سبب ہو یا نماز و دعا وغیرہ مراد ہے۔

سبیل : سبیل ھدی سے راہ شریعت یا آیات محکمات اور مناھج و دواعی سے اوصیائے کرام یا تاسیس سے ان کی خلافت پر ادلہ قائم کرنا مراد ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ مناھج سے اوصیاء اور دواعی سے ان کی خلافت پر جو ادلہ ہیں مراد ہوں یا سبیل ھدیٰ سے قرآن و اہلبیتؑ مراد ہوں جیسا کہ آنحضرتؐ نے حدیث ثقلین میں اسکی نسبت صراحتاً ارشاد فرمایا ہے اور مناھج و دواعی سے براہین و ادلہ مراد ہوں۔

منائر : منائر منارۃ کی جمع ہے جس کی اصل مناور ہے یہاں منائر سے بطریق استعارہ ائمہ مراد ہیں۔

کان : اس سے اُن مخالفین کا رد مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے کسی

کو اپنا خلیفہ و جانشین نہیں بنایا۔ اسلئے کہ وہ رسول جو اپنی امت پر ان کے دنیوی و اخروی امور میں بیحد مہربان اور رحیم ہو اس سے یہ امر کیونکر ممکن ہے کہ انکو بلا کسی ہادی اور امیر و سردار کے خلیج العذ امثل شتر بے مہار چھوڑ جائے۔

ایامہ : ایام یوم کی جمع ہے اسکی اصل الیوم تھی۔

متقین : متقین مثال وادی ہے اسکی اصل موتقین ہے اور مادہ وقی۔

صاحبین : یہ اشارہ ہے حدیث ثقلین **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی و انھما لن یفترقا حتی یرد علی الحوض** کی طرف جو مسلمہ فریقین ہے۔

ینطق : یہ جملۂ سابقہ کی توضیح ہے اور **بما اوجب** کا تعلق ینطق سے ہے۔

واجب : اس کا عطف مائے موصولہ پر ہے یا طاعتہ یا ولایتہ پر پہلی دو صورتوں میں ضمیر کا مرجع اللہ ہے اور صورت اخیرہ میں امام اور بعض کتابوں میں بجائے واجب حقہ کے اوجب حقہ افعل التفضیل کے ساتھ ہے۔

معادن: یہ نور کی صفت ہے یا اس کا حال ہے۔ اور معاون کی اضافت میں بیانیہ اور لامیہ دونوں کا احتمال ہے۔ صورت اولیٰ میں معاون سے مراد خود ائمہ ہیں۔

اور اھل صفوۃ سے تمام ذریت و نسل اور صورت ثانیہ میں معاون سے قلوب مراد ہیں اور اہل صفوۃ سے ائمہ۔

مصطفیٰ : اصل میں مُصْطَفَیْنَ تھا جو باب افتعال سے اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ اسکا مادہ صفو ہے بعد تعلیل اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا اور اسکو مصطفیٰ بصیغۂ مفرد بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون

الحمد للہ کہ دریں ایّام نیک انجام جوابات کافیہ و شافیہ از رشحات قلم ہدایت رقم عالیجناب مستطاب العلامۃ الشہیر الفقیہ النحریر علم الاعلام حجۃ الاسلام آیۃ اللہ الملک العلام سرکار شریعت مدار مولانا و مقتدانا السید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر والزمن دام اللہ ظلہ العالی تا اتصل الایام باللیالے

موسومہ بہ

جوابات شافیہ

بارشاد الجلیل النبیل الجمال الجمیل النقود الوضی الکبیر الصفی عمدۃ الاماثل زبدۃ الافاضل جناب مولوی حکیم السیّد محمد ابوجعفر صاحب خلف عالی جناب قدسی القاب السید السند العمید المعتمد لعوا الذخیرۃ العلامۃ النحریر مولانا و مقتدانا السید احمد حسین صاحب قبلہ اعلے اللہ مقامہ فی دار الکرامہ

سنہ ۱۹۱۵ء

در مطبع یوسفی دہلی باہتمام سید صغیر حسن شمسی حلیۂ انطباع پوشید

دفعہ اول

علم کلام

اسلامی علوم میں علم کلام کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس علم میں ان عقائد پہر سے بحث کی جاتی ہے جن پر ایمان رکھنا واجب ولازم ہے۔ جیسے توحید باری تعالیٰ، صفات خداوند متعال، نبوت عامہ، نبوت خاصہ، امامت، معاد وغیرہ علم کلام میں علماء نے اعلیٰ پیمانے پر طبع آزمائی کی جسکے نتیجہ میں گرانقدر علمی آثار منصۂ شہود میں آئے۔ علماء ھند نے اس علم میں نمایاں خدمات انجام دیں اور اپنی فکری ارتقاء کے ذریعہ اس علم کو بام عروج پر پہونچایا۔

آیت اللہ سید یوسف حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ جلیل القدر فقیہ ہونے کے ساتھ عالی مرتبت متکلم بھی تھے جنکو اس علم میں اعلیٰ قدرت حاصل تھی۔ آپ سے عقائد وکلام سے متعلق کچھ سوالات کئے گئے جن کے آپ نے یادگار مستدل و دقیق جوابات دیئے جس سے آپکی کلامی استعداد کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔ یہ سوالات وجوابات ''جوابات شافیہ'' کے عنوان سے مولانا سید ابوجعفر صاحب قبلہ ابن مولانا سید احمد حسین صاحب طاب ثراہ نے ۱۹۱۵ء میں یوسفی پریس دھلی سے شائع کرائے تھے۔ سوالات اصول دین، مسئلہ جبر واجتہاد، مسئلہ بداء، عذاب آخرت، مسئلہ امامت، تحریف قرآن جیسے اہم موضوعات سے متعلق ہیں جن میں سے چند سوالات اور انکے جوابات قارئین کے استفادہ کیلئے نقل کئے جارہے ہیں۔ اس علم میں آپ کا دوسرا اثر ''رسالہ جعفریہ'' ہے جو مصنفہ شیخ الطائفہ شیخ

ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ ہے آپ نے اس کتاب کا ترجمہ اور شرح کی ہے۔ یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ۱۳۴۶ھ/۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی جب آپ ڈین آف تھیالوجی تھے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل مطالب۔ وجوب معرفت، وجوب باری تعالیٰ، واجب الوجود، قدیم و ابدی، قادر، عالم، مدرک، حی، متکلم، صادق، مرید، جسم، جوہر و عرض، جہت و مکان، عدالت و حکمت، حسن و قبح، تقدیر مصلحت، لطف، نبوت، عصمت انبیاء، ختم نبوت، نسخ ادیان سابقہ، معراج جسمانی، امامت و خلافت، عصمت ائمہ، افضلیت ائمہ، غیبت امام زمانہؑ، طول عمر، سبب غیبت، رجعت، معاد جسمانی جیسے اہم موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

سوال از اصول دین

قال الله تعالیٰ انما المومنون الذین آمنوا بالله و رسوله و قوله تعالیٰ من اٰمن بالله و الیوم الاٰخر و عمل صالحا فلهم اجرهم عند ربهم

ہر دو آیت سے ظاہر ہے کہ وحدانیت و رسالت و قیامت ایسی شے ہیں جنکے جاننے کو ایمان لانا کہا ہے اور انکے جان لینے اور عمل صالح بجالانے پر نجات کا وعدہ ہے۔ لہذا شے زاید کو تحقیق ایمان اور حصول نجات میں مقرر کر لینا اختراع و بدعت ہے یا نہیں حالانکہ قرآن میں کہیں امامت و عدالت کیلئے تکلیف ایمان لانے کی نہیں اور اس پر ثواب و نجات کا مرتب ہونا یا انکا اصول دین میں شامل ہونا نہیں آیا حالانکہ احادیث کافی سے ثابت ہوتا ہے کہ امامت از جملہ فروع ہے۔

جواب

اگر چہ ظاہر ہر دو آیہ مقتضی سوال ہے لیکن بنظر دقیق غور کیا جائے تو خود آیتیں ہی اس بات پر شاہد ہیں کہ امور مذکورہ بدون عدالت و امامت سبب نجات نہیں بن سکتے کیونکہ ایمان بخدا بدون ان امور پر ایمان لائے ہوئے جن کی نسبت اس نے ارشاد فرمایا ہے متحقق نہیں ہوسکتا اسلئے کہ عدم تصدیق امور مذکورہ مستلزم تکذیب خدا ہے اور تکذیب خدا کفر ہے مثلاً اگر کوئی شخص خدا پر ایمان لے آئے اور رسولؐ پر نہ لائے تو یہ حقیقۃً ایمان ہی نہیں اسی طرح اگر کوئی شخص خدا و رسول پر ایمان لائے اور ماجاء بہ الرسول پر ایمان نہ لائے تو یہ تکذیب رسول کو مستلزم ہے اور تکذیب رسولؐ بمقتضائے ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ تکذیب خدا کو مستلزم ہے پس اس صورت میں ایمان باللہ بھی منتفی ہو جائے گا۔ محصل یہ ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول کو مستلزم ہے اور ایمان بالرسولؐ ایمان بکل ما اخبر بہ الرسولؐ بلکہ ایمان باللہ بھی نہ ہوگا اور چونکہ منجملہ اخبار رسولؐ خبر عدالت و امامت بھی ہے تو بعد ثبوت ملازمہ ان دونوں کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اکتفا ذکر ملزوم پر عند العقلا صحیح و مستحسن ہے مثلا کوئی مولا اپنے عبد سے کہے کہ جئنی بالاربعۃ بغیر اسکے کہ اربعہ کو مقید بقید زوجیت کرے تو آیا یہ کلام عرفاً غلط ہوگا اور کیا عقلاء ایسے مولا کی تقبیح کریں گے۔ حاشا ثم حاشا اور اس دعوے کی موید آیۂ ثانیہ ہے کیونکہ اس میں ایمان بالرسولؐ صراحۃً مذکور نہیں

پس اگر تصریح لازم ضروری ہوتی تو فلھم اجرھم عند ربھم فرمانا درست نہ ہوتا حالانکہ ایمان بالرسولؐ سائل کے نزدیک بھی تحقق ایمان اور حصول اجر میں شرط ہے پس آیۂ ثانیہ میں عدم ذکر ایمان برسالت کی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول کو مستلزم ہے اور ذکر ملزوم ذکر لازم سے مغنی ہے پس اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ ثبوت و حصول ایمان اور ترتب ثواب میں عدالت و امامت کو بھی دخل ہے بلکہ یہ دونوں ایمان بخدا اور رسولؐ کے جزء مقوم ہیں اور چونکہ انتفاء جز انتفاء کل کو مستلزم ہے تو اس حالت میں ان دونوں کا ادخال تحقق ایمان میں بدعۃ و تشریع کیونکر ہو سکتا ہے بلکہ جزء ایمان ہے لانا لاتشریع ھوا ادخال ما لیس من الدین او مالم یعلم انه من الذین فی الدین اب ایک اشکال اور باقی رہا وہ یہ کہ احادیث کافی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں منجملہ فروع ہیں پس انکو اصول میں داخل کرنے کی کیا وجہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مذہب کے اصول ہیں اور اسلام کے فروع فلامنافاۃ بین کونھما من الاصول و الفروع معاً فانه یشترط فی التناقض اتحاد والجھة اور اگر کہا جائے کہ علاوہ ان دو کے انہیں کی مثل اور بہت سے امور ہیں انکو اصول مذہب میں داخل نہ کرنے کی کیا وجہ فما الفرق بینھا و بینھما و ھل ھو الا ترجیح بالا مرجح تو اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ یہ دونوں امر علمائے اسلام میں معرکۃ الآراء تھے لہذا ان دونوں کو ہمارے علمائے مہتم بالشان ہونے کی وجہ سے اصول میں داخل کیا اور باقی کو فروع میں۔

سوال دوم از اجابت دعا

قال الله تبارك و تعالیٰ و اذا سئلك عبادی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان و قوله قال ربکم ادعونی استجب لکم

ہر دو آیت سے دعا کا بلا فاصلہ اوقات مستجاب ہونا بالحتم موعود ہے اور کوئی حیلہ شرط و شرائط عدم استجابت کیلئے نہیں اور تجربہ خلاف اس کے ہے کہ برسوں دعا قبول نہیں ہوتی بلکہ نہیں ہی ہوتی۔ پس کیا معنی ہیں **فانی قریب** اور استجب لکم کے۔

جواب

اولاً جواب اس کا یہ ہے کہ ترتب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ترتب نحو العلیۃ التامۃ جیسے کہ ترتب وجود نہار کا طلوع شمس پر دوسرے ترتب بنحو الاقتضا جیسے ترتب وجوب صلوۃ زوال شمس پر۔ پس محض زوال شمس وجوب صلوۃ کی علت تامہ نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے لان **وجوب الصلوة مستوقف علی وجود الشرائط بشرشراها و رفع الموانع و کم فرق بین المقتضیٰ و العلة التامة** جبکہ ترتب اعم ہوا تو کوئی امر اس آیہ میں ایسا نہیں جو ترتب کے قسم اول ہونے پر دال ہو اذلا **دلالة للعام علی الخاص باحدی الدلالات الثلث** اور ثانیا یہ کہ دونوں آیہ قضایائے شرطیہ ہیں اور چونکہ سور کلی و جزئی سے خالی ہیں لہذا مہملہ ہیں اور جہتہ مذکور نہونے کی وجہ سے مطلقہ ہیں اور مطلقہ میں مطلق اتصال ہوتا ہے نہ لزوم اتصال۔ پس دعا و اجابت میں مطلق اتصال ہے نہ لزوم اتصال اور

مہملہ چونکہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے پس معنی آیہ کے یہ ہوں گے کہ اگر تم مجھ سے دعا مانگو گے تو کبھی کبھی ایسا ہوگا کہ تمہاری دعا کو قبول کروں گا اور اسی پر آیہ دوم کے معنی کو قیاس کرلیا جائے۔

سوال سوم از مسئلہ بدا

حدیث کافی بدا اللہ تی ابی محمد بعد ابی جعفر ما لم یکن یعرف له کما بدا له موسیٰ بعد مضی اسمعیل ما کشف به عن حاله الخ

اس سے ظاہر ہے کہ اللہ پر مقدمہ امام حسن عسکریؑ میں بعد وفات ابوجعفر علیہ السلام کے ظاہر ہوا کہ جو پہلے سے اُس پر ظاہر نہیں تھا مثل ظاہر ہونے امر امامت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد گذر جانے اسمعیل کے تو اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ خدا کچھ غیب کا حال نہیں جانتا۔

الجواب

بداء تکوینیات میں ایسا ہے جیسا نسخ شرعیات میں پس جیسے کہ نسخ مقام اثبات میں رفع حکم ہے اور مقام ثبوت میں دفع حکم۔ اسی طرح بداء بھی مقام اثبات میں بداء ہے اور مقام ثبوت میں ابداء۔ پس جیسے کہ صورت اولیٰ کی دونوں شقوں میں رفع حکم ماننے سے جہل خدا لازم آتا ہے اسی طرح صورت ثانیہ کی دونوں شقوں میں بداء ماننے سے پس جبکہ نسخ احکام میں باتفاق فریقین جائز ہے تو بداء بھی بایں معنی جائز ہونا چاہیئے۔ غرضکہ بداء حقیقی چونکہ بہ نسبت باری تعالیٰ کے تغیر ارادہ کو مستلزم ہے لہذا محال ہے پس جس جگہ نسبت بداء کی خداوند عالم کی

طرف ہے وہ بمعنی ابداء ہے اور دوسری وجہ بداء کے بمعنی ابداء ہونے کی بالخصوص اس حدیث میں یہ ہے کہ اخبار مستفیضہ سے ثابت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام صحیفہ لائے کہ جسمیں تمام خلفاء کے اسما یکے بعد دیگرے مذکور تھے نیز حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا خلفائے اثنا عشر کی فرداً فرداً معہ انکی اسماء گرامی کی تصریح فرمائی پس اس صورت میں آیا ممکن ہے کہ جبرئیل و نبی کو تو تمام خلفاء کا علم ہو اور معاذ اللہ خدا کو علم نہو اور بعضے اخبار اور بھی بداء کے بمعنی ابداء ہونے پر شاہد ہیں چنانچہ خبر صحیح میں حضرت صادق علیہ السلام سے وارد ہے کہ مابدا اللہ فی شیء الا کان فی علمہ قبل ان یبدولہ اور اس حدیث میں کہ جو سوال میں مذکور ہے بدا للہ فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ بین الناس چونکہ یہ شائع تھا کہ امامت بعد وفات پدر اکبر اولاد کا حق ہے اور اسمعیل اکبر اولاد تھے اسلئے تمام اصحاب یا غالب اصحاب کا یہ خیال تھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اسمعیل امام ہوں گے لہذا خدا نے انکو دار دنیا سے اٹھالیا تا کہ اس سے ظاہر ہو جائے کہ وہ اپنے باپ کے بعد امام نہیں پس بعرف حدیث مذکور میں فعل مجہول ہے اور ضمیر مجرور ابی محمد کی طرف راجع ہے۔ وحینئذ فلا اشکال اصلا۔

سوال چہارم از مسئلہ جبر و اختیار

قولہ تعالیٰ یضل من یشاء و یھدی من یشاء و قولہ تعالیٰ فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام و من یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا و قولہ ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح

لکم ان کان اللہ یرید ان یغولکم سے ظاہر ہے کہ خدا کی ہدایت سے انسان مسلمان اور خدا کے ارداہ اور گمراہ کرنے سے کافر ہوتا ہے ایسی حالت میں جزاو سزا کے وعدو عید قرآن میں بنا بر ظلم کے وارد ہیں۔

الجواب

اضلال یضل من یشاء میں اپنے معنی حقیقی میں مستعمل نہیں ہے کیونکہ اگر خدا تعالیٰ عبد میں ضلالت پیدا کر دے اور مع ذالک تکلیف ایمان بھی دے تو اس صورت میں جمع بین المتضادین کی تکلیف لازم آئیگی **و ھذا تکلیف بما لا یطاق ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا** اور ثانیا یہ کہ اگر ایسا ہوتو تنزیل کتب اور بعث رسل عبث و بے فائدہ ہوئے جاتے ہیں ثالثاً یہ کہ اس نے ابلیس پر تلبیس اور اسکے گروہ پر مذمت فرمائی ہے اور استعاذہ کا امر کیا ہے جیسا کہ **قل اعوذ برب الناس من شر الوسواس الخناس۔ وقل رب اعوذ بک من ھمزات الشیاطین۔ واذا قرات القرآن فاستعذ باللہ** سے ظاہر ہے پس اگر فاعل ضلال خدا ہوتو اس سے بھی معاذ اللہ استعاذہ واجب ہوگا جیسے کہ اُن سے واجب ہے اور مستحق مذمت ہوگا جیسے کہ وہ مستحق مذمت ہیں بلکہ اس وقت میں تنزہ ابلیس کا تمام قبائح سے لازم آئیگا فتامل جداً۔ رابعاً **وما یضل بہ الا الفاسقین الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ** جو ذیل آیہ ہے صراحۃً اس امر پر دال ہے کہ اضلال جو خدا کی طرف منسوب ہے وہ انکے فسق کے بعد ہے پس چاہیئے کہ یہ ضلال فسق وکفر کے مغائر ہوواد **الا فیلزم اثبات الثابت و**

تحصیل الحاصل پس اضلال وضلال بمعنی عقاب وتعذیب ہیں ان الظالمین فی ضلال وسعر میں اور ممکن ہے کہ اضلال عن الجنة مراد ہو اور کوئی تاویل کی جائے کیونکہ ظہور لفظی اور عقل میں جب معارضہ ہوا کرتا ہے تو ظاہر اپنے ظہور سے ساقط ہو جاتا ہے اور ایسی صورت میں اسکی تاویل حکم عقل کے مطابق واجب و لازم ہوتی ہے کما لا یخفی علی من له ادنی دربة فی الاصول نظیر اسکی الرحمن علی العرش استویٰ ۔ وید الله فوق ایدیهم ۔ وغیرہ ہیں بقیہ آیات کی تاویلات مجمع البیان میں مذکور ہیں۔ من شاء فلیرجع الیه ۔

سوال پنجم

قال الله تعالیٰ یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء کیا اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ جس مشرک کو چاہے بخش دے اور جس مومن صالح کو چاہے عذاب دیوے اسی معنی کی تائید حدیث لا ابالی سے جو کافی کی کتاب "الکفر والایمان" میں صفحہ ۱۵۳ پر ماثور ہے ہوتی ہے۔

الجواب

یغفر لمن یشاء الخ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ جس مشرک کو چاہے بخش دے اور جس مومن صالح کو چاہے عذاب کرے جیسا کہ حدیث نبویؐ ما من احد یدخله عمله الجنه و ینجیه من النار قیل ولا انت یا رسول الله قال ولا انا الا ان یتغمدنی الله برحمة منه اسکی مؤید ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ وجوب مغفرت خدا پر حتمی نہیں بلکہ علیٰ سبیل الرحمة والتفضل ہے اور اعمال

صالحہ سبب دخول جنت نہیں ہو سکتے کیونکہ جمیع اعضاء و جوارح جن سے اعمال صالحہ واقع ہوتے ہیں سب کے سب مال خدا ہیں علاوہ بریں توفیق بھی اسی کی جانب سے ہے کہ جسکے بغیر اعمال صالحہ حیز وجود میں آہی نہیں سکتے چنانچہ قول حضرت یوسف علی نبینا وآلہ علیہ السلام وما ابریٔ نفسی الخ۔ اس امر کی تائید کررہا ہے پھر اس صورت میں عبد کیونکر مستحق ثواب ہوسکتا ہے، دوسری وجہ عدم استحقاق کی یہ بھی ہے کہ باری تعالیٰ منعم ہے اور شکر منعم عقلاً وعرفاً وشرعاً واجب ہے پس جس قدر کہ اعمال صالحہ ہیں وہ بمقابل ان نعمات لاتعداد ولاتحصیٰ کے ہیں کہ جنکو باری تعالیٰ نے ہر ہر عبد کو عنایت فرمائے ہیں بلکہ فی الجملہ تقابل ہے نہ تقابل مطابقی تقابل مطابقی کے لئے لاتعداد ولاتحصیٰ اعمال صالحہ کی ضرورت ہے پھر ایسی حالت میں استحقاق کہاں اور اسی طرح عقلاً ممکن ہے کہ مشرک سے باوجود شرک براہ تفضّل متعرض نہ ہو اگرچہ امکان فعلیت کو مستلزم نہیں۔

سوال ششم از مسئلہ ربا

قال اللہ تعالیٰ وما اتیتم من رباً لیربو فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ اسکے کیا معنی ہیں کیا رباء محرم بھی عند اللہ ربا نہیں جو موجب عذاب ہووے یا اس رباء سے مراد ربا من الکافر وغیرہ ہے۔

الجواب

(آیہ وما اتیتم من ربا لیربو فی اموال الناس الخ) یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات الخ کی نظیر ہے اور سوال یا تو مغالطہ پر کہ جو مباحث

علمیہ میں مستحسن و محبوب سمجھا جاتا ہے مشتمل ہے یا مسامحہ پر کیونکہ آیہ کے یہ معنی نہیں جو آپ نے تفسیر فرمائی ہے یعنی تم لوگ جو سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں ترقی ہو تو ایسا مال خدا کے نزدیک ربا نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ تم لوگ جو سود دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں ترقی ہو تو ایسا مال خدا کے نزدیک پھولتا پھلتا نہیں ولو بحسب ظاہر زیادتی معلوم ہوتی ہو نہ یہ کہ یہ سود خدا کے نزدیک سود نہیں ہے اس دعویٰ کی تائید ذیل آیہ یعنی (وما اتیتم من زکوٰۃ فاولئک هم المضعفون) سے بھی ہو رہی ہے پس کوئی لفظ اس آیہ میں ایسا نہیں جو ربائے محرم کی عنداللہ ربا نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

سوال ہفتم از مسئلہ رزق علی اللہ

قال اللہ تعالیٰ ومامن دابة الا علی الله رزقها سے ظاہر ہے کہ جملہ مخلوق کو خدا رزق دیتا ہے حالانکہ کفار و فساق بجز کسب حرام کے رزق حاصل نہیں کرتے تو کیا خدا ان کو بوجہ حرام روزی رساں ہے۔

الجواب

بمقتضائے النصیب یصیب ولو کان تحت الجبال ہر شخص کیلئے خداوند عالم نے جس قدر رزق روز اول میں مقدر فرما دیا ہے وہ ضرور اسکو ملے گا۔ آنچہ نصیب است بہم می رسد۔ گر نہ ستانی بستم میرسد۔ گویہ شخص رزق کی کمیت و کیفیت سے واقف نہیں پس خدا کی طرف جو شے مستند ہے وہ محض رزق ہے لیکن تحصیل معاش کے طرق اور ذرائع افعال عباد کی طرف راجع ہیں نہ خدا کی

ولانواہی اور تکلیف تحریمیہ بالکل لغو ہوئے جاتے ہیں اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی مولا اپنے عبد کیلئے کوئی مقدار بغیر اطلاع معین کر کے کسی مقام میں رکھدے اور بعد از آن وہی عبد اس مقدار کو چرا لے تو آیا یہ دزدی عند العقلاء مولا کی طرف منسوب ہوگی ہرگز نہیں حدیث میں وارد ہے کہ عمر بن قرہ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ خداوند تعالیٰ نے میری تقدیر میں شقاوت لکھی ہے کہ بذریعہ نغمہ سازی و دف نوازی و زمرمہ پردازی کے تحصیل معیشت کرتا ہوں پس ان امور کی بلا کراہت مجھکو اجازت دیجئے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے دشمن پروردگار ہرگز میں تجھکو اجازت ان افعال کی نہ دوں گا۔ اے دشمن خدا حق تعالیٰ نے رزق حلال وطیب مقدر کیا ہے لیکن تو نے اپنی شامت اعمال سے بجائے رزق حلال کے رزق حرام اختیار کیا ہے آگاہ ہو کہ اگر بعد اسکے تو نے یہ بات کہی تو تیری تادیب بضرب شدید کروں گا۔

سوال ہشتم از عذاب آخرت

قال اللہ تعالیٰ کلمانضجت جلود ھم بدلنا ھم جلودا غیرھا

اس آیہ سے ظاہر ہوا کہ جلد سوختہ تبدیل ہوگی اس صورت میں اگر جلد آخر عین جلد اول ہے تو اسکو غیر کیوں فرمایا تبدیل صفت میں محض صفت کا ہی ذکر ہوتا نہ کہ موصوف کو بھی مع صفت آخر کے بیان کیا جائے اور اگر یہ جلد آخر کوئی اور جلد ہے تو یہ مورد عذاب کس گناہ میں آئی۔

الجواب

چونکہ ثواب وعقاب کا مدار ادراک پر ہے پس متعلق عقاب وہی شے ہوسکتی ہے جو قابل ایلام ہو اور قابل ایلام وہی شے ہوسکتی ہے جو قابل ادراک ہو اور وہ محض روح ہے نہ بدن وجِلد کیونکہ بدن بے روح کو اگر قطعہ قطعہ کر دیا جائے تو اسکو کوئی الم نہوگا اور اس کی وجہ یہی ہے کہ بدن بے روح چونکہ مثل جماد ہے لہٰذا اسکو کچھ بھی احساس نہیں اور روح موجود ہونے کی حالت میں جو ہاتھ پیر کاٹنے سے الم ہوتا ہے وہ ہاتھ اور پیر کو نہیں ہوتا بلکہ روح کو ہوتا ہے پس جو شے قابل ایلام نہیں قابل عقاب بھی نہیں مثلاً اگر پتھر کو آگ میں ڈال دیا جائے تو کوئی عاقل یہ نہ کہے گا کہ پتھر پر عقاب ہو رہا ہے پس اگر خداوند عالم جِلد اصلی جل جانے کے بعد دوسری جِلد کو جو جِلد اول کے مغائر ہے اس روح کا قالب مثالی بنا کر اسی روح کو عقاب کرے تو یہ کیونکہ ظلم کو مستلزم ہوسکتا ہے البتہ اگر جِلد کو بھی الم پہنچتا تو ضرور یہ امر مستلزم ظلم تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ جلد ثانی جلد اول کے بالکل مغائر نہیں۔ بلکہ اس کے اصلی اجزاء موجود ہیں گو صورت وہیئت متغیر ہو گئی ہے اور اس قدر تغائر تغائر حقیقی نہیں بلکہ یہ تغائر مثل اس تغائر شخص انسانی کے ہے جو حالت طفولیت سے پیری تک ہوا کرتا ہے پس زید مثلاً باوجود تبدل حالات وانواع تغیرات وہی شخص واحد ہے نہ اشخاص متعددہ اور اسی لئے اگر کوئی شخص جوانی میں جنایت کرے اور پیری میں اسکو سزا دی جائے تو یہ عقوبت اور سزا عند العقلاء اسی شخص جانی کو ہوگی نہ کسی دوسرے شخص کو اور اسوقت میں غیریت سے

مراد غیریت شخصیہ ہوگی نہ غیریت حقیقیہ۔

سوال نہم از مسئلہ امامت

قال الله تعلیٰ انیّ جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریّتی قال لاینالُ عهدی الظالمین اس سے ظاہر ہوا کہ نیل امامت بحالت ظالمیّت ممنوع ہے اور عصمت امامت کے لئے مشروط نہیں یعنی کافر امام نہ ہوگا اور مسلمان امام ہوسکتا ہے اگرچہ سابق الکفر ہو کیونکہ ظلم ضد عصمت کی نہیں قال آدم **انی ظلمت نفسی** تو ظلم و عصمت جمع ہوتا ہے۔

الجواب

مسئلہ مشتق میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک معنی اعم **یعنی من تلبس بالمبدء بالفعل** اور من القضی عنہ المبدء دونوں کے لئے موضوع ہے پس اس وقت میں ایسا شخص کہ جس سے ظلم واقع ہو چکا ہو اور فعلاً متلبس بظلم نہ ہو بل فیما مضے حقیقتہً ظالم ہے پس بمقتضائے آیۂ شریفہ نیل خلافتہ کا مستحق نہیں اور بعض کے نزدیک خاص من تلبس بالمبدء بالفعل کے لئے موضوع ہے البتہ اس مذہب کی بناء پر بظاہر اشکال وارد ہوتا ہے کیونکہ حین التصدی للخلافتہ ظلم منقضی ہو چکا تھا لیکن اس صورت میں جواب یہ ہے کہ اوصاف عنوانیہ جو موضوعات قضایا میں ماخوذ ہوتے ہیں اقسام متعددہ ہیں کبھی ان عناوین سے صرف موضوع واقعی کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور عناوین کو حکم میں کچھ دخل نہیں ہوتا، جیسے اکرم من فی الدار اور کبھی اس وصف عنوانی کو حکم

میں مدخلیت ہوتی ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ حدوث عنوان موضوع علّت حدوث حکم ہو اور اُس کا بقائے حکم کی علت ہو یعنی علۃ مبقیہ غیر علت محدثہ ہو جیسے اکرم العادی دوسرے یہ کہ حدوث عنوان حدوث حکم اور بقائے حکم دونوں کی علت ہو یا یوں کہیں کہ علت محدثہ عین علت مبقیہ ہو جیسے السّارق السّارقة فاقطعوا ایدیهما والزانیته والذّانی فاجلدوا الخ اور عنوان ظالمیت آیۂ شریفہ یقیناً بخو اوّل ماخوذ نہیں کما لا یخفی بلکہ اخیر کی دونوں قسموں میں امر دائر ہے اور چونکہ مقام تعیین میں قرینہ کی احتیاج ہے اور اخذ عنوان ظلم شر کی مُراد ہے جیسا کہ خود خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم بخو ثانی کوئی قرینہ نہیں بخلاف قسم ثالت کے کہ اُس کی تعیین پر قرینہ عقلیہ مقامیہ دال ہے اسلئے کہ آئیہ شریفہ مقام بیان میں قدر و جلالت مرتبہ امامت و خلافت کے ہے اور یہ کہ مناصب الٰہیہ میں اس منصب کو ایک خصوصیت خاصہ ہے جو اور منصبوں میں نہیں ہے۔ پس مقصود اس آیہ سے یہ ہے کہ منصب خلافت چونکہ منصب عظیم الشان ہے کہ جو ریاست دینی و دنیوی دونوں کو شامل ہے پس ایسا شخص کہ جو صفت ظلم کے ساتھ متصف ہو یا کسی وقت میں ہو چکا ہرگز اس مرتبہ کے لائق نہیں ملاحظہ فرمایئے کہ ہماری گورنمنٹ بلکہ تمام سلطنتوں میں کسی مجرم کو درجہ حکومت دنیویہ میں اتنی احتیاط ہونی چاہئے اور چونکہ اشخاص معہودین کا ظالم ہونا مسلمہ فریقین ہے پس بمقتضائے آیۂ شریفہ ان اشخاص کا قابل خلافت نہونا اظہر من الشمس ہے۔

سوال دھم از نجاست کفار

قال اللہ تعالیٰ انّماالمشرکون نجسٌ اس سے ظاہر ہے کہ حکم نجاست کا مخصوص مشرکین باللہ سے ہے منکر رسالت اور مبغض حضرات ائمہ کو جو نجس کہا جاتا ہے قرآن اُسکا موید نہیں اگر موید ہے تو کونسی آیت سے تائید نجاست منکرین ومبغضین کی ہوتی ہے۔

الجواب

اس آیۂ وافی ہدایہ میں مقصود انّما سے حصر موصوف علی الصفۃ ہے نہ حصر صفتہ علے الموصوف اور بانسبت الی الطہارۃ حصر اضافی ہے یعنی مشرکین کے واسطے طہارت ثابت نہیں پس یہ آیہ اگرچہ محض نجاست مشرکین پر دال ہے اور غیر مشرکین کی نجاست وطہارت سے ساکت ہے کیونکہ حصر صفت علی الموصوف نہیں ہے لیکن چونکہ مدرک وماخذ احکام قرآن ہی میں منحصر نہیں بلکہ سنت واجماع عقل بھی پس نجاست کفّار غیر مشرکین کو احادیث اور اجماع مرکب سے ثابت کیا جائیگا فان کل من قال بنجاسة المشرکین قال بنجاسة جمیع الکفّار۔

سوال یازدہم از شرب خسر

قال اللہ تعالیٰ یا ایّھا الذین اٰمنوا لاتقربو الصّلوٰۃ وانتم سکارٰی حتّٰے تعلموا ماتقولون اس سے ظاہر ہوا کہ حکم نہی بحالت سکر وارد ہے جس میں تمیز نہیں رہتی کہ ہم کیا کہتے ہیں پس کیا نہی مرتفع ہو جائے گی جبکہ

بحالت شرب خمر اس قدر سمجھ رہے کہ جو اپنے کہنے اور قرأت کرنے کو سمجھتے جائیں کہ اب الحمد پڑھی اور اب ذکر رکوع کیا تو یہاں پر شرب خمر مانع نماز نہ رہا پس اب حلیّت خمر میں کیا کلام ہوگا۔

الجواب

اس آیہ میں لفظ سکاریٰ دو امروں کو محتمل ہے ایک سکاریٰ بسکر نوم دوسرے سکاریٰ بسکر خمر اول صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں البتہ دوسری صورت میں بظاہر اشکال معلوم ہوتا ہے پس اُس کا دفعیہ یوں ہوسکتا ہے کہ شرب خمر من حیث ہو مانع و مبطل صلوٰۃ نہیں جیسے کہ کل شے نجس مانع و مبطل صلواۃ نہیں اس لئے کہ جس نہی کا تعلق نفس عبادت یا جزء عبادت یا شرط عبادت سے نہیں ہوتا بلکہ امر خارج سے ہوتا ہے تو وہ نہی فساد عبادت کو مستلزم نہیں ہوتی جیسے کہ حالت نماز میں زن اجنبیہ کی جانب نظر کرنا مانع و مبطل صلواۃ نہیں حالانکہ اُسکے بارے میں نہی وارد ہوئی ہے لیکن چونکہ اس نہی کا تعلق امر خارج عن الصلواۃ سے ہے لہٰذا فساد نماز کو مستلزم نہیں جیسے کہ زن اجنبیہ کی جانب حالت نماز میں نظر کرنا حلیّت نظر کو مستلزم نہیں پس مانع نماز نفس سکر ہوا اگر غیر خمر سے حاصل ہوا ہو اور اسی لئے لفظ سکاریٰ باطلاقہ موضوع حکم قرار دیا گیا ہے نہ مقید بہ سکر خمر کیونکہ حالت سکر میں غفلت عارض ہوتی ہے اور وہ شرط صحت صلواۃ یعنی نیت وقصد االتفات کے منافی ہے رہی حرمت خمر وہ اس آیت سے ثابت نہیں بلکہ آیہ انّما و المیسر والا زلامُ رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ اور اخبار معصومین علیہم السلام اُسکی حرمت کو ثابت کرتے ہیں۔

سوال دوازدہم

حجر اسود کے استلام پر دیگر اقوام صنم پرستی کا اعتراض کرتی ہیں جواب ارشاد فرمائیں۔

الجواب

حجر اسود کی تعظیم یا ضرائح مقدسہ اور مصاحف مشرفہ کی تکریم اسلیئے ہے کہ یہ بزرگ اور بابرکت اشیا طاعت و عبادت کا وسیلہ اور مقدمہ ہیں اور فی نفسہ انکی تعظیم عین خدا کی تعظیم ہے اور ان کی بے ادبی حقیقتاً خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے **ومن یعظم شعائر الله فانها من تقوی القلوب** اور ایسے ہی آیہ **ومن یعظم حرمات الله الخ** یعنی جو کوئی اُن چیزوں کا احترام کرے جو طاعت کا وسیلہ و ذریعہ اور علامت ہیں تو یہ قلب کی طہارت کا سبب ہیں استلام حجر اسود کا قیاس صنم پرستی پر قیاس مع الفارق ہے مثلاً روٹی کو اٹھا کر تعظیماً اور نعمت خدا ہونے کی وجہ سے چُوما جائے تو کوئی عاقل یہ نہ کہیگا کہ روٹی کو چومنا معاذ اللہ نان پرستی ہے عرب کا قاعدہ ہے کہ معانقہ کے وقت پیشانی کا بوسہ لیتے ہیں پس اگر استلام پرستش کا سبب ہو تو چاہیئے کہ یہ آدمؑ پرستی ہو اور نیز زوجہ کے استلام سے زوجہ پرستی لازم آئے حالانکہ ان اُمور کا کوئی عاقل قائل نہیں پس معلوم ہوا کہ مطلق استلام پرستش کا سبب نہیں اگر عبدیت اور معبودیت کے قصد سے بُت پرستونکی طرح استلام واقع کیا جائے تو البتہ حجر اسود کا استلام بت پرستی میں داخل ہو جائیگا لیکن وہ استلام کہ جو خدائے تعالیٰ کے شعائر ہونے کے قصد سے ہو ہرگز بُت پرستی نہیں بلکہ عین خدا پرستی ہے۔

قال الصادقؑ علیکم بالتفقہ ولا تکونوا اعرابا

ترجمہ ذخیرۃ العباد

مع

حواشی سرکار شریعتمدار اعلم العلما و افقہ الفقہا
جناب آقا السید ابوالحسن صاحب اصفہانی
النجفی دام ظلہم مجتہد اعظم عراق

مرتبہ

عالیجناب اورع الناس الفاضل الکامل یوسف الملۃ والدین
حجۃ الاسلام مولانا مولوی السید یوسف حسین صاحب قبلہ امروہوی
مجتہد عصر و الزمان مدظلہ العالی

در مطبع اثنا عشری دہلی طبع شد

علم فقہ

علم فقہ: اسلامی علوم میں قدیم ترین علم ہے۔ اس علم کی تدریس ہر دور میں اعلیٰ پیمانے پر ہوتی رہی ہے جسکی بنا پر اسلامی دنیا میں بے شمار فقہاء و مجتہدین منصۂ شہود پر آئے۔ ان میں سے بعض نابغۂ روزگار شمار ہوتے ہیں۔ اس علم میں لاتعداد علمی آثار فقہاء کی یادگار ہیں جس میں انسانی زندگی کے بیشتر مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔

علم فقہ دو حصوں میں منقسم ہے (۱) عبادات (۲) معاملات۔

وہ مسائل جو اس علم میں زیر بحث ہوتے ہیں انکے عناوین درج ذیل ہیں:

عبادات: طہارت، صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ، خمس، حج، اعتکاف، جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر

معاملات: تجارت، رھن، مفلس، حج ضمان، صلح، شرکت، مضاربہ، مزارعہ مساقات، ودیعہ، عاریہ، اجارہ، وکالہ، وقف، سکنیٰ ومحبوس، سبق ورمایہ، وصیت، نکاح، میراث، طلاق، عتق، اقرار، جعالہ، نذر، قصاص ودیعات وغیرہ ان تمام مسائل کو مجتہد قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرتا ہے اسی سلسلے میں فقہاء نے ناقابل برداشت زحمات برداشت کر کے گرانقدر فقہی کتب تصنیف کیں اور یہ سلسلہ ہر دور اور ہر صدی میں جاری رہا اور بحمد اللہ آج بھی جاری وساری ہے اگر چہ علم فقہ کا شجر عراق وایران میں تناور ہوا مگر ہندوستان میں اسکی اچھی آبیاری کی گئی

اور یہاں کے علماء نے اعلیٰ پیمانے پر اسکی قدر دانی کی۔ برصغیر میں جن فقہاء نے اس علم میں مہارت حاصل کی ان میں آیت اللہ سید یوسف حسین نجفی امروہوی کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ آپکے فقہی نظریات میں گہرائی و گیرائی پائی جاتی ہے فقہی تبحر کا یہ عالم تھا کہ استفتاء کے جواب میں جو لفظ صرف کرتے تھے وہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر محیط ہوتا تھا۔ آپ کا رسالہ عملیہ ''ذخیرۃ العباد'' کے نام سے مطبع اثنا عشری دھلی میں چھپا اور منصبیہ عربی کالج میرٹھ سے شائع ہوا جسمیں مسائل کو سوال و جواب کے عنوان سے آسان اردو میں پیش کیا گیا ہے۔ اس رسالۂ عملیہ میں تقلید، طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ کے مسائل پیش کیئے گئے ہیں جہاں تک میرے علم میں ہے کہ اردو زبان میں پہلا عملیہ ہے جسمیں مومنین کی سہولت کے پیش نظر فقہی مسائل کو سوال و جواب کے عنوان سے پیش کیا گیا ہے۔ جواب کی عبارت نہایت مختصر اور جامع ہے بے جا الفاظ کے استعمال سے گریز فرمایا ہے۔

بطور مثال چند مسائل ھدیۂ ناظرین ہیں۔

سوال:۔ تقلید اعلم واجب یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں میرے نزدیک واجب ہے۔

سوال:۔ اعلم کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ اعلم وہ ہے جو ادلہ شرعیہ سے احکام خدا کے نکالنے میں اور انکے سمجھنے میں زیادہ ماہر ہو۔

سوال:-اگر دو مجتہد فتوے میں متفق ہوں تو تعین کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب:-ضروری نہیں ہے۔

سوال:-زندہ مجتہد سے زندہ کی طرف رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:-صرف اعلم کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

سوال:-ماموم کا امام کے محاذ میں کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:-آگے کھڑا ہونا جائز نہیں ہے اور احوط ماموم سے تمام مقامات سجدہ میں مؤخر ہونا ہے۔

سوال:-اگر رکوع میں داخل ہونے کے بعد حمد اور سورہ پڑھنے میں شک کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب:-اس شک کا اعتبار نہیں ہے۔

سوال:-کیا حمد رکن نماز ہے یا نہیں؟

جواب:-رکن نہیں ہے بلکہ واجب ہے اور تمام نمازوں میں خواہ واجب ہوں یا سنت، جزء ہے اور اسکی جزئیت حالت التفات میں ہے۔

سوال:-اگر کوئی شخص قصداً روزہ کی نیت نہ کرے یہاں تک کہ صبح ہو جائے اسکا روزہ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب:-صحیح نہیں ہے اس پر قضا واجب ہے کفارہ نہیں۔

سوال:-سنتی روزہ سفر میں جائز ہے یا نہیں؟

جواب:-تین روزے حاجت پوری ہونے کے لئے مدینہ منورہ میں جائز ہیں اور

اسکے علاوہ احوط یہ ہے کہ اس قصد سے بجالائے شاید یہ امر مطلوب شارع ہو۔

سوال :۔ اگر کسی سال معین میں خمس واجب ہو گیا اور ابھی اس سے خمس نہیں نکالا اس سے لباس تیار کرے اور اسمیں نماز پڑھے تو اسمیں نماز صحیح ہے یا نہیں؟

جواب :۔ اگر خاص اسی مال سے لباس تیار کرے اور نماز پڑھے تو صحیح نہیں ہے اور غصبی کے حکم میں ہے مگر یہ کہ اسکی قیمت ذمہ کرے اور دے دے، تو اس صورت میں نماز کا صحیح ہونا اقویٰ ہے۔

سوال :۔ اگر ہم اسکے قائل ہوں کہ غلام مالک ہوتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب :۔ نہیں۔

سوال :۔ مال وقف میں زکوۃ واجب ہے یا نہیں؟

جواب :۔ واجب نہیں ہے خواہ وقف عام ہو یا خاص اور اس طرح وقف عام کے نفع میں لیکن وقف خاص کے نفع میں زکوٰۃ واجب ہے۔

علم اصول فقہ

فقہ کے معنی لغت میں فہم اور سمجھنا ہے۔ اصطلاح میں اسکی تعریف اسطرح کی جاتی ہے ''ھوالعلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ'' یعنی شریعت کے فرعی احکام کا اسکے تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا۔ یہ علم، فقہ کا مقدمہ کہا جاتا ہے ایک فقیہ و مجتہد کو بطور مقدمہ بہت سے علوم و معارف میں اعلیٰ صلاحیت پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے جسمیں عربی ادب، نحو و صرف، لغت، معانی و بیان، تفسیر قرآن، علم حدیث علم رجال، منطق اور اصول فقہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ جب تک مجتہد ان علوم میں مہارت حاصل نہیں کرتا اس وقت تک درجہ اجتہاد پر فائز نہیں ہوسکتا اور اس میں استنباط کی صلاحیت پیدا نہیں ہوسکتی۔ شیعہ علماء نے علم اصول میں اعلیٰ پیمانے پر خدمات انجام دیں جن میں چوتھی صدی ہجری کی برجستہ شخصیت علامہ سید مرتضیٰ علم الھدیٰؒ کی ہے جنکے قیمتی نظریات صدیوں تک مورد گفتگو بنے رہے آپ علامہ سید رضیؒ جامع نہج البلاغہ کے بھائی اور شیخ مفید علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے آپکی مشہور کتاب ''الذریعہ'' ہے۔ ۴۲۶ھ میں وفات ہوئی۔

سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ کے بعد اس علم میں مہارت رکھنے والی ذات انھیں کے شاگرد شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی طاب ثراہ کی ہے جنکے نظریات تین چار صدی تک دنیائے علم میں چھائے رہے۔ آپنے حوزہ علمیہ نجف اشرف کی بنیاد رکھی۔ ۴۶۰ھ میں وفات پائی۔ دوسری اس علم کی نمایاں شخصیت شیخ حسن صاحب معالم

الاصول کی ہے جنکے نظریات کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ''معالم الاصول'' علم اصول کی گرانقدر کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور آج بھی حوزات علمیہ نجف، قم سیریا اور ہندوستان کے نصاب میں شامل ہے۔ صاحب شرح لمعہ شہید ثانی کے فرزند تھے۔ ۱۰۱۱ھ میں وفات ہوئی۔ رسائل شیخ مرتضیٰ انصاری اور کفایۃ الاصول کے عالم وجود میں آنے سے قبل کتاب ''معالم الاصول'' ہی مرکز اجتہاد تھی معالم میں غور وخوص ہی دلیل اجتہاد سمجھا جاتا ہے۔

سرکار آیت اللہ سید یوسف حسین نجفی نے معالم الاصول کی شرح ''توضیح المعالم'' کے نام سے لکھی جو زبردست شرح ہے جسمیں معالم کے مباحث کو سادہ اور آسان زبان میں پیش کیا ہے جس سے علم اصول فقہ میں آپکے تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے یہ کتاب منصبیہ عربی کالج میرٹھ سے شائع ہوئی تھی۔

علم اصول کی ایک اہم شخصیت آیۃ اللہ شیخ وحید بہبہانی علیہ الرحمہ کی ہے۔ جنکی محنت و کاوش کے نتیجہ میں اجتہاد کو اخباریت پر فتح حاصل ہوئی اور آپ نے بڑی تعداد میں شاگردوں کو اس علم سے آراستہ کیا۔ ۱۲۰۸ھ میں آپکی وفات ہوئی۔

علم اصول کو بام عروج پر پہونچانے والی ذات میرزا ابوالقاسم قمی کی ہے جنکے افکار و نظریات آج بھی قابل احترام ہیں آپکی کتاب ''قوانین الاصول'' جو طویل عرصے سے مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔

اس علم کو ارتقائی مرحلہ تک پہونچانے والی ذات استاد المجتہدین شیخ مرتضیٰ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے شیعوں کی مرجعیت رکھتے تھے آپکے مشہور آثار ''رسائل''

و ''مکاسب'' ہیں دینی مدارس کے اعلیٰ نصاب میں شامل ہیں آپکے نظریات کو مرکزیت حاصل ہے۔ علم اصول کو نہائی درجہ تک پہونچانے والی شخصیت آیت اللہ آخوند ملا محمد کاظم خراسانی کی ہے۔ جنکی مشہور کتاب ''کفایۃ الاصول'' ہے جو آپکے افکار ونظریات دنیائے مدارس میں ہمیشہ موضوع بحث رہتے ہیں۔[1]

سرکار یوسف الملت آیۃ اللہ سید یوسف حسین طاب ثراہ نے ملا محمد کاظم خراسانی علیہ الرحمہ کی کتاب ''کفایۃ الاصول'' پر گرانقدر علمی و تحقیقی حاشیہ لکھا اس کتاب پر حاشیہ لکھنے کیلئے بیک وقت مجتہد کو مختلف علوم پر حاوی ہونا ضروری ہوتا ہے جیسے علم تفسیر، حدیث، رجال، منطق، عربی ادب، نحو وصرف، معانی و بیان وغیرہ۔ سرکار یوسف الملت کو ان تمام علوم میں زبردست مہارت حاصل تھی آپکے لکھے ہوئے حاشیہ کو فقہاء نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اجازۂ اجتہاد سے نوازا۔ مجتہد کے لئے اس کتاب پر ریاضت کر کے اسکے اسرار ورموز کو منکشف کرنا لازمی ہوتا ہے۔ سرکار موصوف اس کاوش میں کامیاب رہے اور اپنی بھر پور اعلیٰ صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے۔ ایسا پُر مغز حاشیہ لکھا جسے دیکھکر فقہاء نجف نے آپکو مجتہد تسلیم کیا اور اپنے اجازوں میں توصیفی الفاظ کے ساتھ آپکی اعلیٰ استنباطی صلاحیتوں کا تذکرہ کیا۔ کفایۃ الاصول پر لکھے ہوئے حاشیہ سے آپکی علم اصول میں اعلیٰ استعداد کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱　اسلامی علوم کا تعارف ص ۳۲۴

انجمن یوسفیہ منصبیہ میرٹھ کا علمی و تمدنی و ادبی ماہوار رسالہ

ہادی

جلد ۱ — نمبر ۳

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۴ ہجری

مطابق ماہ جون و جولائی ۱۹۲۶ء

بہ سرپرستی

حجۃ الاسلام یوسف الملۃ والدین جناب مولانا و مقتدانا آقا

السید یوسف حسین صاحب قبلہ مجتہد العصر نجفی امروہوی دام ظلہ

پرنسپل منصبیہ کالج میرٹھ

محمد ممتاز حسین نقوی امروہوی (ادیب فاضل فقیہ فاضل بدر الافاضل) ایڈیٹر و پبلشر نے

منصبیہ کالج میرٹھ سے شائع کیا

سالانہ چندہ

والیان ملک تعلقہ داران سے	عالی ہمتی سے جو کچھ مرحمت ہو
اُمرا سے	[illegible]
عام حضرات سے	[illegible]

صحافت

سرکار یوسف الملت علیہ الرحمہ ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء میں منصبیہ عربی کالج میرٹھ کے پرنسپل منتخب ہوئے۔ میرٹھ میں قیام کے دوران آپ نے اعلیٰ پیمانے پر کتب کی اشاعت کا اہتمام کیا اور اہم اور مفید کتابیں شائع کیں۔ آپ نے مغربی اتر پردیش میں ایک معیاری رسالہ کی ضرورت محسوس کی لہذا منصبیہ سے ماہنامہ رسالہ "ھادی" کا اجرا کیا۔ جسکا پہلا شمارہ ماہ شوال ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ جو آپکی نگرانی و سرپرستی میں نکلتا تھا۔ مولانا محمد ممتاز حسین صاحب امروہوی جو آپکے شاگرد تھے ایڈیٹر منتخب کئے گئے۔ رسالہ کے صفحہ اول پر جلی الفاظ میں تحریر ہے "انجمن یوسفیہ میرٹھ کا علمی و تمدنی وادبی ماہوار رسالہ" اس رسالہ کے مقاصد آخری صفحہ پر اسطرح مندرج ہیں۔

مقاصد:-

۱۔ یہ رسالہ فی الحال کم از کم ۴۱ صفحات پر شائع ہوا کرے گا اور توسیع اشاعت کے ساتھ ساتھ انشاء اللہ ایک ماہ میں دوبار بلکہ تین بار شائع کیا جائیگا۔

۲۔ ادبی و اخلاقی اور دینی و دنیوی اصلاح اور اثبات حقانیت اسلام۔ اس رسالہ کا مقصد ہے اور سیاسیات اس دائرۂ عمل سے خارج ہیں۔

۳۔ ترجمہ نہج البلاغہ مع حواشی حامل المتن، ترجمہ اصول کافی مع شرح حامل المتن (حدیث)۔ ترجمۂ ارشاد شیخ مفید علیہ الرحمہ (تاریخ ائمہ)، ترجمۂ احقاق

الحق (کلام)، ترجمہ مختصر نافع (فقہ)، کتاب المصطفیٰ (سوانح عمر جناب رسالت مآبؐ) ہر ماہ مسلسل طبع ہونگے تا کہ ناظرین بہترین کتابوں کا مجموعہ رکھ سکیں۔

تراجم کتب کے علاوہ تفسیر یوسفی بھی نجماً نجماً پیش ہوتی رہے گی اور حتی الوسع کوشش کی جائیگی کہ زبان عام فہم رہے تا کہ معمولی اردو داں حضرات بھی کلام ربانی سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۴۔ توسیع اشاعت کی حالت میں کم از کم دو ورق قرآن یا کسی اور مضمون کے زبان انگریزی میں درج رسالہ کیۓ جائیں گے۔

۵۔ قوم کی شیرازہ بندی میں نمایاں حصہ لینا۔

یہ رسالہ اپنے معینہ مقاصد پر کاربند رہتے ہوئے پابندی سے شائع ہوتا تھا۔ جسمیں تفسیر، حدیث، نہج البلاغہ، کلام وعقائد، فقہ، تاریخ اسلام، تاریخ ائمہ جیسے اہم اور مفید موضوعات پر گرانقدر مضامین شائع ہوتے تھے جسکے ذریعہ قارئین کو اسلام کے مختلف موضوعات پر بھرپور معلومات فراہم ہوجاتی تھی۔

اس رسالہ میں سرکار یوسف الملت کی پارہ عم یتسائلون کی علمی وتحقیقی تفسیر، ترجمہ وشرح نہج البلاغہ اور ترجمہ اصول کافی شائع ہوتے تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ پر مشتمل مضمون ''المصطفیٰ'' مولانا سید تبارک حسن صاحب ساکن محلّہ حقانی امروہہ کا طبع ہوتا تھا۔

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی کتاب ''ارشاد'' کا ترجمہ جسکے مترجم مولانا سید مسرور حسین صاحب امروہوی تھے اس رسالہ کی زینت بنتا تھا ترجمہ احقاق الحق شہید ثالث

قاضی نور اللہ شوستری مولانا سید ممتاز حسین امروہوی کی یادگار ہے۔

علم فقہ میں مختصر النافع کا ترجمہ مولانا سید محمد جعفر صاحب بجنوری کی جانب سے طبع ہوتا تھا۔

پہلے شمارہ میں ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب کا مضمون ''ہیئت جدید اور قرآن'' خاص اہمیت کا حامل ہے۔

منصبیہ عربی کالج میں داخلہ کا اعلانیہ مدرس دوم مولانا سید ابرار حسین صاحب ملا فاضل امروہوی کی جانب سے نشر ہوا ہے۔

اس رسالہ کے آخری صفحہ پر اسکے اصول وقواعد بھی شائع ہوتے تھے۔

قواعد:۔

۱۔ قیمت رسالہ ہر حال میں پیشگی آنی چاہیے۔

۲۔ رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع دوسرے ماہ کے نصف تک آنے پر رسالہ مکرر روانہ کردیا جائیگا اسکے بعد ۶/روپیہ فی پرچہ قیمت لی جائیگی۔

۳۔ عام فائدہ کیلیئے اس رسالہ کی قیمت بہت کم رکھی گئی ہے کوئی صاحب رعایت کی درخواست نہ کریں کہ اسکی بالکل گنجائش نہیں ہے۔

۴۔ اگر کوئی صاحب اثنائے سال میں شروع ہی سے رسالہ کے خریدار ہونا چاہیں تو اطلاع ملنے پر بشرط باقی رہنے گذشتہ نمبروں کے اسکی تعمیل ہوگی۔

۵۔ مضمون نگار حضرات مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھ کر مختصر مضامین سلیس صاف اور مہذب الفاظ میں صفحہ کے ایک جانب تحریر فرمائیں۔ اور حاشیہ اس قدر چھوڑ

دیں کہ بہ سہولت تصحیح الفاظ ہو سکے۔

۶۔حضرات خریداران اپنی تحریرات میں براہ مہربانی چٹ نمبر ضرور تحریر فرمایا کریں۔

۷۔مضامین اور قیمت بنام ایڈیٹر و پبلیشر آنا چاہیئے۔

رسالہ کے اصول وقواعد پڑھنے سے اندازہ ہوتا ھیکہ رسالہ نہایت منظّم اور منضبط انداز سے منظر عام پر آتا تھا جسکے اصول کی پابندی ہر خریدار کیلیئے لازمی تھی۔یہی اچھی صحافت کی علامت ہے۔

قومی خبریں:۔

رسالہ میں علمی مضامین کے علاوہ قوم کی علمی، سماجی، ثقافتی خبروں کو بھی خاص اہمیت دی جاتی تھی تاکہ قوم قومی حالات سے باخبر رہے۔اس رسالہ میں شائع ہونے والی خبروں کی خصوصیات اختصار، واقعیت، سادگی، حسن ترتیب ہیں۔

علماء کرام کی وفات کی خبر نمایاں طور پر شائع ہوتی تھی انجمن اصلاح المومنین میرٹھ کے جلسہ کی خبر

> "یہ جلسہ عالیجناب مولوی قاری سید عباس حسین صاحب قبلہ پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے انتقال پرملال پر جوکہ بتاریخ ۱۷رمحرم ۱۳۴۵ھ ۲۸رجولائی ۱۹۲۶ء بروز چہارشنبہ ہوا دلی اظہار حزن وملال کرتے ہوئے آنجناب کے واسطے دعائے مغفرت کرتا ہے اور انکے متوسلین و متعلقین خصوصاً مولوی سید ناصر عباس صاحب و مولوی سید ظہیر العباس صاحب

پروفیسر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ساتھ دلی ہمدردی کرتے
ہوئے انکے لئے دعائے صبر وتسکین کرتا ہے"

(ماہنامہ ھادی ماہ جولائی ۱۹۲۶ء)

مجلس عزا کی خبر:-

"۲۱ر محرم ۱۳۴۴ھ کو جناب ڈاکٹر سید عابد رضا صاحب جعفری ساکن آگرہ نے ایک مجلس کا بہت عالی ہمتی کے ساتھ انعقاد فرمایا جس میں علاوہ حضرات میرٹھ کے عبداللہ پور اور دھولڑی وغیرہ کے رؤساء عظام بھی شریک ہوئے عالیجناب کاظم علی خانصاحب زید اجلالھم میرٹھ وتلمیذ رشید جناب مستطاب میر نفیس صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھا۔ لطافت کلام اور خوبی خواندگی کی وجہ سے ہر جانب سے صدائے تحسین وآفرین بلند تھی۔"

(ماہنامہ ھادی ماہ جولائی ۱۹۲۶ء)

"انجمن اثنا عشری گورکھپور کی استدعا پر سرکار نجم الملت مدظلھم العالی نے جناب الحاج عمدۃ الافاضل مولانا شیخ اعجاز حسین صاحب کو منجانب مدرسۃ الواعظین ماہ صیام میں آپکے مواعظ سے مومنین کو مستفید کرنے کیلئے روانہ فرمایا آپنے مجالس فضائل ومصائب بیان فرمائے جملہ حضرات مومنین بیحد مثاب و ماجور

ہوئے تمام ماہ رمضان المبارک میں خوب چہل پہل رہی۔"

(ماہنامہ ھادی ماہ جون ۱۹۲۶ء)

سرکار یوسف الملت کے بھائی مولانا سید حسن مجتبیٰ صاحب ملا فاضل کی وفات کے سلسلہ میں مولانا قائم رضا نسیم امروہوی کا قطعہ تاریخ شائع ہوا ہے۔

(ماہنامہ ھادی ماہ جون ۱۹۲۶ء)

انہدام جنت البقیع پر اشک خونین:۔

"منجانب انجمن اصلاح المومنین میرٹھ ۱۴ر جون ۱۹۲۶ء کو ایک جلسہ عام مومنین میرٹھ کا بمقام امام باڑہ کربلا میں منعقد ہو کر حسب ذیل ریزولیشن پاس ہوا" یہ جلسہ ابن سعود منحوس کی سفاکیوں اور وحشیانہ مظالم پر جو اسکے اور اسکے تابعین کے ہاتھوں جنت البقیع کے مزارات مقدسہ پر واقع ہوئے ہیں سخت اظہار ناراضگی و نفرت کرتے ہوئے صدائے احتجاج بلند کرتا ہے امید ھیکہ گورنمنٹ برطانیہ عامۂ مسلمین کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس فتنۂ عظمیٰ کے انسداد میں جلد از جلد توجہ کرے گی"

محمد رضی الحسن

جوائنٹ سکریٹری انجمن اصلاح المومنین

میرٹھ

(ماہنامہ ھادی جون ۱۹۲۶ء)

رسالہ ھادی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہیکہ یہ رسالہ اپنے تمام مشمولات کے اعتبار سے فن صحافت کا انمول شاہکار ہے۔ جس میں قارئین کے ذوق اور انکی مذہبی ضروریات کا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اگر ہم اس رسالہ کو اس عہد کا منفرد و قابل فخر علمی، ادبی، ثقافتی، تہذیبی رسالہ کہیں تو بے بیجا نہ ہوگا۔

کتابیات

ارمغان نسیم	ڈاکٹر ہلال نقوی
اسراریہ	کمال محمد مشہدی
انوارقم	سید صغیر حسن تقوی
اسلامی علوم کا تعارف	شہید مرتضٰی مطہری
امامیہ مصنفین	مولانا حسین عارف نقوی
تالیفات شیعہ	ڈاکٹر شہوار حسین نقوی
رسالہ ہادی	مولانا محمد ممتاز حسین
تاریخ اصغری	سید اصغر حسین نقوی
ترجمہ قرآن	مولانا مقبول احمد دہلوی
تذکرہ بے بہا	مولانا محمد حسین نوگانوی
تذکرہ علماء امروہہ	ڈاکٹر شہوار حسین نقوی
تذکرہ علماء امامیہ پاکستان	مولانا حسین عارف
تذکرۃ الکرام	محمود احمد عباسی
تعارف سادات امروہہ	سید جرار حسین حیدر عابدی
تواریخ واسطیہ	قاضی سید رحیم بخش
خورشید خاور	مولانا سعید اختر گوپالپوری

مطلع انوار — مولانا مرتضیٰ حسین فاضل

سلور جبلی نمبر انجمن وظیفہ سادات ومومنین — اعجاز حسین جارچوی

کائنات نجم — ڈاکٹر تقی عابدی

مجلہ کراچی — سید اشفاق حسین بیکس

فیضان سادات امروہہ — سید فیضان علی

میری سرگذشت — ادیب اعظم مولانا ظفر حسن نقوی

شجرات سادات امروہہ — مولانا بشیر حسن نقوی

مؤلف کی دیگر تالیفات

۱. فہرست کتب شبہات وردیہ ہای علماء شیعہ (فارسی) ۱۹۹۸ء

۲. اسلامی جنرل نالج (اردو) ۲۰۰۲ء

۳. تذکرۂ علماء امروہہ ۲۰۰۳ء

۴. جواہر الحدیث ۲۰۰۳ء

۵. اسلامی جنرل نالج (ہندی) ۲۰۰۳ء

۶. تالیفات شیعہ (فارسی) ۲۰۰۵ء

۷. ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی میں امروہہ کا حصہ ۲۰۰۷ء

۸. مقدمہ تاریخ اصغری ۲۰۰۷ء

۹. مقدمہ ترجمہ قرآن ڈاکٹر زیرک حسین ۲۰۱۰ء

۱۰. تذکرہ مفسرین امامیہ

۱۱. مہدی نظمی حیات اور خدمات

۱۲. شارحین نہج البلاغہ